سلسلہ دفاع معاویہ رضی اللہ عنہ نمبر:2

معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر انجنیئر جہلمی کے اعتراضات اور انکا جواب

(حصہ اول)

بقلم

مولانا عبد الرزاق دل رحمانی

مدیر و مدرس جامعہ بدیع العلوم الاسلامیہ نیو سعید آباد

فہرست

معاویہ رضی اللہ عنہ پر مرزائی الزام کہ وہ علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتے اور دلواتے تھے

مرزا محمد علی جہلمی اور انکے حواری عام مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے یہ جھوٹی افواہیں پھیلاتے رہتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ خود اور انکے ساتھی معاذ اللہ علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتے تھے اور لعن طعن کرتے تھے۔

مرزا صاحب اپنے ریسرچ پیپر واقعہ کربلا کے ص:16 پر عنوان قائم کرتے ہیں اور لکھتے ہیں:

(چوتھے خلیفہ راشد سیدنا علی رضی اللہ عنہ بن کے فضائل کا بیان اور ان پر ممبروں سے لعنت کرنے کی بدعت کب اور کس نے ایجاد کی؟)

مرزا صاحب مذکورہ عنوان قائم کرنے کے بعد جو روایات لائے ہیں گالیاں اور لعن کو ثابت کرنے کے لیے ان میں سے ہر روایت پر تبصرہ اور حقیقت کی عکاسی پیش خدمت ہے۔

دلیل نمبر ایک:

(سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت سے دلیل)

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ – وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ – قَالَا: حَدَّثَنَا حَاتِمٌ وَهُوَ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ – عَنْ بُكَيْرِ بْنِ مِسْمَارٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَمَرَ مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ سَعْدًا فَقَالَ: مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسُبَّ أَبَا التُّرَابِ؟ فَقَالَ: أَمَّا مَا ذَكَرْتُ ثَلَاثًا قَالَهُنَّ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَنْ أَسُبَّهُ، لَأَنْ تَكُونَ لِي وَاحِدَةٌ مِنْهُنَّ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَهُ، خَلَّفَهُ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ، فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ: يَا رَسُولَ اللهِ خَلَّفْتَنِي مَعَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ؟ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى؟ إِلَّا أَنَّهُ لَا نُبُوَّةَ بَعْدِي» وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ يَوْمَ خَيْبَرَ «لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ، وَيُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ» قَالَ فَتَطَاوَلْنَا لَهَا فَقَالَ: «ادْعُوا لِي عَلِيًّا» فَأُتِيَ بِهِ أَرْمَدَ، فَبَصَقَ فِي عَيْنِهِ وَدَفَعَ الرَّايَةَ إِلَيْهِ، فَفَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ، وَلَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: {فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ} [آل عمران: 61] دَعَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا وَفَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَيْنًا فَقَالَ: «اللهُمَّ هَؤُلَاءِ أَهْلِي»

بکیر بن مسمار نے عامر بن سعد بن ابی وقاص سے، انھوں نے اپنے والد سے روایت کی کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو حکم دیا، کہا: آپ کو اس سے کیا چیز روکتی ہے کہ آپ ابوتراب (حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ) کو برا کہیں۔ انھوں نے جواب دیا: جب تک مجھے وہ تین باتیں یاد ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے کہی تھیں، میں ہرگز انھیں برا نہیں کہوں گا۔ ان میں سے کوئی ایک بات بھی میرے لئے ہو تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ پسند ہوگی، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا، آپ ان سے (اس وقت) کہہ رہے تھے جب آپ ایک جنگ میں ان کو پیچھے چھوڑ کر جا رہے تھے اور علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا تھا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: "تمھیں یہ پسند نہیں کہ تمھارا میرے ساتھ وہی مقام ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا، مگر یہ کہ میرے بعد نبوت نہیں ہے۔" اسی طرح خیبر کے دن میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا: "اب میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کرتے ہیں۔" کہا: پھر ہم نے اس بات (مصداق جاننے) کے لئے اپنی گردنیں اٹھا اٹھا

کر(ہر طرف) دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"علی کو میرے پاس بلاؤ۔"انھیں شدید آشوب چشم کی حالت میں لایا گیا۔آپ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا اور جھنڈا انھیں عطا فرمادیا۔اللہ نے ان کے ہاتھ پر خیبر فتح کر دیا۔اور جب یہ آیت اتری:"(تو آپ کہہ دیں:آؤ)ہم اپنے بیٹوں اور تمھارے بیٹوں کو بلالیں۔"تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ ،حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ ،حضرت حسن رضی اللہ عنہ ،اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا:"اے اللہ! یہ میرے گھر والے ہیں۔"

صحیح مسلم حدیث نمبر:6220.اور یہ روایت دیگر کئی ایک جگہوں پر موجود ہے۔

وضاحت:

مرزا صاحب اس راویت کو مختلف جگہوں سے نقل کرتے ہیں لوگوں کے سامنے تعدادِ بڑھانے کے چکر میں لیکن ان تمام روایات میں (سب) کے الفاظ ہیں مرزا جہلمی صاحب اس کا معنی کرتے ہیں (گالیاں دینا)حالانکہ اس لفظ ہر وقت یہ معنی نہیں ہوتا۔

جبکہ حقائق یہ ہیں کہ جب ایک شخص، دوسرے کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے اس پر رد کرے اور اسکے موقف کی تنقید کرے اور اپنے دلائل پیش کرے، تو اسے بھی 'سبّ' کہا جاتا ہے اور معاویہ رضی اللہ کا مسئلہ بھی یہی ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اجتہادی خطاء پر تصور کرتے تھے اس وجہ سے کہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھے اور معاویہ رضی اللہ عنہ ان سے جلدی قصاص لینے کا مطالبہ کر رہے تھے اور یاد رہے یہ صرف ایک معاویہ رضی اللہ عنہ کا مطالبہ نہیں تھا بلکہ دیگر کئی ایک کبار صحابہ کا بھی تھا۔

جن میں ام المؤمنین عائشہ، طلحہ،زبیر رضی اللہ عنھم وغیرہ بھی شامل ہیں۔

(سب) کی اس معنی کی طرف اشارہ بخاری شریف کی اس روایت میں موجود ہے کہ جب حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما باغ فدک کے مسئلے میں آپس میں بہت زیادہ اختلاف اور ٹکراؤ کرنے کے بعد، فیصلہ کروانے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تھے اس روایت کے الفاظ ہیں۔

(فاستب علي وعباس) بخاری حدیث: 4033؛ وغیرہ۔

عباس اور علی نے ایک دوسرے پر (سب) کیا یعنی ایک دوسرے کی ذات اور موقف کی تنقید کی اور رد کیا.

وضاحت:

نعوذ باللہ اب کوئی رافضی یا نیم رافضی کہہ سکتا ہے کہ عباس رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ نے ایک دوسرے کو گالیاں دیں!!!!

مرزا جہلمی ان کے معتقدین اگر عدل پسند ہیں تو اس روایت کو ان کے بیاں کردہ سب کے ترجمہ کے ساتھ لوگوں کے سامنے کیوں نہیں بیان کرتے؟؟

مرزاصاحب!! یہاں سب کا معنی گالیاں کریں اور لوگوں کے سامنے بیان کریں تو آپ کا تقیے والا پردہ چاک ہو جائے گا اور آپ کے معتقدین آپ کو ملامت کریں گے۔

مرزاصاحب!!

آپ تو کہتے ہیں دیگر علماء حق چھپاتے ہیں اور آپ ظاہر کرتے ہیں آخر یہ روایت آپ نے کیوں نہیں بیان کی؟؟

مرزاصاحب!

عباس یا علی رضی اللہ عنہما میں سے کس پر حکم لگائیں گے؟ چچا پر یا بھتیجے پر؟؟؟

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے چچا (یعنی باپ) کو گالیاں دے رہے تھے؟؟

معاذاللہ۔ کیونکہ چچا باپ کے قائم مقام ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاأن **عم الرجل صنو أبیه**۔رواہ مسلم۔

مرزاصاحب!

تو معاویہ رضی اللہ کے خلاف تو چیخ چیخ کر بولتا ہے کہ اس نے فلاں کو گالیاں دیں، یہاں کیوں خاموش ہے؟؟

کیا یہ منافقت نہیں؟؟؟

قابل توجہ بات:

اس حدیث کے بارے میں مرزاصاحب شاید اھل سنت والجماعت کے اصولوں کو تسلیم کرتے ہیں کہ مشاجرات صحابہ کے بارے اپنی زبان کو بند ہی رکھا جائے، کاش اگر مرزاصاحب اس اصول کو تمام صحابہ کے لیے مقرر فرماتے!! لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے لھذا معلوم ہوا کہ مرزا کا مشن ہی عداوت صحابہ پھیلانا ہے نہ کہ حقائق بیان کرنا۔

نوٹ:

ہمارا منہج ہے کہ اس طرح کی روایات کو عوام کے سامنے نہ ہی بیان کیا جائے کیونکہ عوام میں ان روایات کی حقیقت سمجھنے کی اہلیت نہیں ہوتی وہ انکی چھوٹی چھوٹی بشری تقاضوں کے مطابق ہونے والی اجتہادی خطاؤں کو دیکھ کر انکے فضائل، مغفرت اور جنتی ہونے والے ادلہ بھلا دیتے ہیں اور الحمدللہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا جنتی ہونا دلائل سے ثابت ہے جس حوالے سے ہمارا مضمون گذرا ہے جبکہ علی رضی اللہ عنہ کا جنتی ہونا بھی یقینی ہے۔

یادرکھیں اگر عوام کو بات سمجھانا مقصود نہیں ہوتا تو میں اس عباس اور علی رضی اللہ عنہما کے اختلاف والی روایت کبھی نہ بیان کرتا۔

(سب) کا یہ معنی (کسی کو غلطی پر تصور کرتے یا دیکھتے ہوئے اس پر تنقید کرنا) دیگر کئی دلائل صیحہ سے ثابت ہے۔ جیسا کہ تبوک کے سفر کے بارے میں تفصیلی روایت مسلم (5947) میں موجود ہے آپ نے فرمایا تھا:

«إِنَّكُمْ سَتَأْتُونَ غَدًا، إِنْ شَاءَ اللهُ، عَيْنَ تَبُوكَ، وَإِنَّكُمْ لَنْ تَأْتُوهَا حَتَّى يُضْحِيَ النَّهَارُ، فَمَنْ جَاءَهَا مِنْكُمْ فَلَا يَمَسَّ مِنْ مَائِهَا شَيْئًا حَتَّى آتِيَ» فَجِئْنَاهَا وَقَدْ سَبَقَنَا إِلَيْهَا رَجُلَانِ، وَالْعَيْنُ مِثْلُ الشِّرَاكِ تَبِضُّ بِشَيْءٍ مِنْ مَاءٍ، قَالَ فَسَأَلَهُمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «هَلْ مَسَسْتُمَا مِنْ مَائِهَا شَيْئًا؟» قَالَا: نَعَمْ، فَسَبَّهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ لَهُمَا مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَقُولَ. قَالَ: ثُمَّ غَرَفُوا بِأَيْدِيهِمْ مِنَ الْعَيْنِ قَلِيلًا قَلِيلًا، حَتَّى اجْتَمَعَ فِي شَيْءٍ، قَالَ وَغَسَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ، ثُمَّ أَعَادَهُ فِيهَا، " فَجَرَتِ الْعَيْنُ بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ أَوْ قَالَ: غَزِيرٍ - شَكَّ أَبُو عَلِيٍّ أَيُّهُمَا قَالَ - حَتَّى اسْتَقَى النَّاسُ، ثُمَّ قَالَ «يُوشِكُ، يَا مُعَاذُ إِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ، أَنْ تَرَى مَا هَاهُنَا قَدْ مُلِئَ جِنَانًا»

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ کل تم لوگ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تبوک کے چشمے پر پہنچو گے اور دن نکلنے سے پہلے نہیں پہنچ سکو گے اور جو کوئی تم میں سے اس چشمے کے پاس جائے، تو اس کے پانی کو ہاتھ نہ لگائے جب تک میں نہ آؤں۔ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر ہم اس چشمے پر پہنچے اور ہم سے پہلے وہاں دو آدمی پہنچ گئے تھے۔ چشمہ کے پانی کا یہ حال تھا کہ جوتی کے تسمہ کے برابر ہو گا، وہ بھی آہستہ آہستہ بہہ رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں آدمیوں سے پوچھا کہ تم نے اس کے پانی میں ہاتھ لگایا؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو برا کہا (اس لئے کہ انہوں نے حکم کے خلاف کیا تھا) اور اللہ تعالیٰ کو جو منظور تھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سنایا۔ پھر لوگوں نے چلوؤں سے تھوڑا تھوڑا پانی ایک برتن میں جمع کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اور منہ اس میں دھویا، پھر وہ پانی اس چشمہ میں ڈال دیا تو وہ چشمہ جوش مار کر بہنے لگا اور لوگوں نے (اپنے

جانوروں اور آدمیوں کو) پانی پلانا شروع کیا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے معاذ! اگر تیری زندگی رہی تو تو دیکھے گا کہ یہاں جو جگہ ہے وہ گھنے باغات سے لہلہا اٹھے گی۔"

وضاحت:

اس روایت میں الفاظ ہیں جلدی کرنے والے دو افراد کو آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے (سب) کیا، اب ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کوئی شخص یہ بدگمانی نہیں کر سکتا کہ آپ نے انہیں معاذ اللہ گالیاں دی ہوں گی۔ اس حدیث کا مطلب یہی ہے کہ آپ نے ان پر تنقید فرمائی ہو گی اور انہیں اپنی اصلاح کا کہا ہو گا۔

جیسا کہ ایک اور حدیث میں اس معنی کی طرف اشارہ موجود ہے۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «اللَّهُمَّ فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ سَبَبْتُهُ، فَاجْعَلْ ذَلِكَ لَهُ قُرْبَةً إِلَيْكَ يَوْمَ القِيَامَةِ»

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! میں نے جس مومن کو بھی (سب کیا ہو) یعنی برا بھلا کہا ہو تو اس کے لئے اسے قیامت کے دن اپنی قربت کا ذریعہ بنا دے۔

صحیح بخاری حدیث نمبر: 6361

اس حدیث کے عربی الفاظ پر غور کریں تو سب الفاظ کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی ہو رہی ہے، اب کیا کوئی گمان کر سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گالی دی تھی۔ نستغفر اللہ، نعوذ باللہ۔

اسی طرح (سب) کا لفظ ہر چھوٹے بڑے اختلاف کے لیے بھی آتا ہے جیسا کہ صحیح بخاری حدیث: (2411)میں ہے کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

اسْتَبَّ رَجُلاَنِ رَجُلٌ مِنَ المُسْلِمِينَ وَرَجُلٌ مِنَ اليَهُودِ

مسلمانوں میں سے ایک شخص اور یہودیوں میں سے ایک شخص نے ایک دوسرے کو(سب) کیا اب وہ(سب)والے جملے کیا تھے ؟اس کی وضاحت اسی حدیث کے اگلے جملے میں موجود ہے:

قَالَ المُسْلِمُ: وَالَّذِي اصْطَفَى مُحَمَّدًا عَلَى العَالَمِينَ، فَقَالَ اليَهُودِيُّ: وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى عَلَى العَالَمِينَ ،

مسلمان نے کہا: کہ مجھے اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے،اور یہودی نے کہ مجھے اس ذات کی قسم کہ جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام جہانوں پر فضیلت دی

۔

اس حدیث میں ان دو مذکورہ جملوں کو سب کہا گیا ہے ایک جملہ مسلمان کا تھا اور دوسرا یہودی کا، کیا کوئی ان جملوں کا معنی گالیاں کر سکتا ہے ؟؟ ہر گز نہیں۔

لہذا حدیث نے ہم کو یہ بتایا کہ کبھی کبھار (سب) کا معنی تنقید کرنا بھی ہوتا ہے، یا دلائل کے اعتبار سے ایک دوسرے پر رد کرنا بھی ہوتا ہے۔

معزز قارئین!

مذکورہ وضاحت سے پتہ چلتا ہے کہ جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یا دیگر صحابہ کی طرف منسوب (سب) لفظ کا ترجمہ گالیاں کرتے ہیں وہ صرف اپنے دل کی بھڑاس نکالتے ہیں اور ان کے دِل بغض صحابہ سے بھرے ہوئے ہیں۔

مذکورہ وضاحت کے سمجھنے کے بعد مرزا کی طرف سے اس پیش کردہ روایت کی وضاحت پیش خدمت ہے۔

اولا:

یہاں مراد یہ ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ ،سعد رضی اللہ عنہ سے کہنا چاہتے تھے کہ آپ بھی یہ موقف بیان کریں کہ قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کے سلسلے میں، علی رضی اللہ عنہ کا اجتہاد ٹھیک نہیں اور علی رضی اللہ عنہ پر رد کریں تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جو فضائل بتائے ان میں یہ بھی تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہارون علیہ السلام کی جگہ دی، جس کا مطلب ہے وہ بلند پائے کے عالم ہیں، وہ اجتہاد میں غلط نہیں ہو سکتے۔

جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ،**أن معناه : ما منعك أن تخطئه في رأيه واجتهاده ، وتظهر للناس حسن رأينا واجتهادنا ، وأنه أخطأ ؟ .**

معاویہ نے سعد رضی اللہ عنھما سے کہا کہ: کیا مسئلہ ہے کہ آپ علی رضی اللہ عنہ کے رائے اور اجتہاد کو خطاء قرار نہیں دیتے؟؟؟ اور لوگوں کے سامنے ہمارے رائے اور اجتہاد کی اچھائی ظاہر نہیں کرتے؟؟ اور کیوں بیان نہیں کرتے کہ علی رضی اللہ عنہ خطاء پر ہیں؟؟

ثانیاً:

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فقول معاوية هذا ليس فيه تصريح بأنه أمر سعدا بسبه ، وإنما سأله عن السبب المانع له من السب ، كأنه يقول : هل امتنعت تورعا ، أو خوفا ، أو غير ذلك ، فإن كان تورعا وإجلالا له عن السب فأنت مصيب محسن ، وإن كان غير ذلك فله جواب آخر ۔

معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس فرمان میں کوئی صراحت نہیں ہیں کہ انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو برا بھلا بولنے کا حکم دیا تھا بلکہ پوچھا تھا کہ آپ تنقید کیوں نہیں کرتے؟؟ گویا کہ کہا: کیا آپ خوف اور ڈر کی وجہ سے تنقید نہیں کرتے یا تورعا (احتیاطا) نہیں کرتے؟ یاں کوئی دوسرا مسئلہ ہے؟؟
اگر آپ علی رضی اللہ عنہ کے اجلال (عزت) کی وجہ سے اور تورعا (احتیاطا) تنقید نہیں کرتے تو آپ درست اور اچھا کرنے والے ہیں، اگر یہ نہیں تو جواب دوسرا ہو گا۔

ثالثا:

اس روایت میں موجود ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تنقید یعنی علمی رد کا حکم دیا لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جب انکار کر دیا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے سعد رضی اللہ عنہ پر کوئی سختی نہیں کی، نہ ہی مجبور کیا!!!
بلکہ خاموش ہو گئے۔

رابعاً:

اس روایت کا مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے بیچ میں موجود تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تنقید کر رہے تھے جبکہ حضرت سعد نہیں کر رہے تھے اور ان پر رد کرنے سے عاجز تھے حضرت معاویہ نے پوچھ لیا آپ کیوں نہیں تنقید کر رہے؟؟ تو اس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان تنقید کرنے والوں پر رد کرتے ہوئے فضائل علی رضی اللہ عنہ بیان کرنا شروع کر دیے۔ اشار الیہ النووی بقولہ **(لعل سعدا قد كان في طائفة يسبون فلم يسب معهم ، وعجز عن الإنكار ، وأنكر عليهم ، فسأله هذا السؤال)**

خامسا:

اگر بالرض والمحال سب کا معنی گالیاں مان لیں تو، کیا ہم جنتی شہزادوں حسن، حسین رضی اللہ عنھما اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دیگر بیٹوں سے یہ توقع کر سکتے ہیں کہ وہ خاموشی سے سنتے رہتے تھے!!! کوئی رد نہ کیا!! معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنا امیر تسلیم کیا!! یہ کیسے ممکن ہے کہ جو شخص علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتا ہو حسنین رضی اللہ عنھما اس سے وظائف وصول کرتے ہوں؟؟ اسے امیر المؤمنین اور مسلمانوں کا قائد اعلی مانتے ہوں؟؟ نعوذ باللہ۔

جبکہ آج کا رافضی و نیم رافضی تو معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف زبان درازی کر رہا ہے!!

یعنی حسنین کریمین رضی اللہ عنھما کا منہج اور مرزا کا منہج الگ ہے۔

نوٹ: اسی طرح سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کچھ دیگر روایات بھی ہیں لیکن ان کے اندر (سب) کے الفاظ ہیں جسکا مفہوم ہے کسی کے موقف کی تنقید کرنا یا رائے کو رد کرنا۔ وغیرہ ان الفاظ کا یہاں پر معنی گالیاں کبھی نہیں ہو سکتا کیونکہ سعد رضی اللہ عنہ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بے حد تعریف فرماتے تھے:

قال سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه : " ما رأيتُ أحدًا بعد عثمان أقضى بحق من صاحب هذا الباب " يعني معاوية۔

مفہوم: حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو معاویہ سے زیادہ حق والا فیصلہ کر سکتا ہو۔

(سیر اعلام النبلاء ج4 ص 306 ذکرہ ابن عساکر رحمہ اللہ فی تاریخہ بسندہ الی اللیث ج59 ص 161)

سند کے رواۃ پر کلام پیش ہے۔

(1) لیث بن سعد۔ قال عنہ الحافظ: ثقۃ ثبت امام مشہور (التقریب ت5684 ص519)

(2) بکیر بن عبد اللہ بن الاشج۔ قال عنہ الحافظ: ثقۃ (التقریب ت760 ص102)

(3)بسر بن سعید۔ قال الحافظ:ثقۃ جلیل(التقریب ت666ص96).

نوٹ::اس قول کے اندر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی فضیلت بیان ہوئی کیوں کہ حق پرستی کے حوالے سے ان کے فیصلے ان کی فضیلت پر واضح دلیل ہیں اور یہ گواہی ہیں آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے پیارے اور جنتی صحابی حضرت سعد رضی اللہ عنہ دے رہے ہیں۔

نوٹ:

مرزا صاحب اپنے ریسرچ پیپر کے ص:20 پر مستدرک حاکم کے حوالے روایت ذکرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی مجہول شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا بولا تو سعد رضی اللہ عنہ نے بددعا کی وہ وہیں گر کر مر گیا۔ اب کوئی عدل پرست مرزا صاحب سے پوچھے کہ اس واقعے کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف پیش کرنے کا کیا مقصد؟؟؟

مرزا صاحب!اللہ کا خوف کریں،اللہ کی پکڑ بڑی سخت ہے.

دلیل نمبر دو::

(سعد رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک اور روایت)

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مُسْلِمٍ، عَنِ ابْنِ سَابِطٍ وَهُوَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، قَالَ: قَدِمَ مُعَاوِيَةُ فِي بَعْضِ حَجَّاتِهِ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ سَعْدٌ، فَذَكَرُوا عَلِيًّا، فَنَالَ مِنْهُ، فَغَضِبَ سَعْدٌ، وَقَالَ: تَقُولُ هَذَا لِرَجُلٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ» وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: «أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى، إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي» ، وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: «لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ الْيَوْمَ رَجُلًا يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ»

حضرت سعد بن ابو وقاصؓ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ایک بار سیدنا معاویہؓ حج کے لئے تشریف لائے تو سعدؓ ان کے پاس (ملاقات کے لئے) گئے۔ (اثنائے گفتگو میں) حضرت علیؓ کا تذکرہ چھڑ گیا۔ سیدنا معاویہؓ نے ان کے متعلق کچھ تنقیدی الفاظ کہے۔ سعدؓ کو غصہ آگیا اور فرمایا: آپ ایسے شخص کے بارے میں یہ بات کہہ رہے ہیں جس کے متعلق میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ”جس کا مولیٰ میں ہوں، علیؓ بھی اس کا مولیٰ (دوست) ہے۔“ اور میں نے آپ ﷺ سے سنا کہ آپ نے (علیؓ سے) فرمایا: ” تیرا مجھ سے وہی تعلق ہے جو ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام سے تھا، البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“ اور میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے بھی سنا: ”آج میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ سے اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔ (اور وہ جھنڈا علیؓ کو ملا)۔

سنن ابن ماجہ حدیث نمبر: 121۔

اولا: یہ سند ضعیف ہے۔

پہلی علت:

عبد الرحمن بن سابط کا سعد رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کا فرمان ہے۔

قيل ليحيى: سمع عبد الرحمن بن سابط من سعد؟ قال: من سعد ابن إبراهيم؟. قالوا: لا، من سعد بن أبي وقاص؟ قال: لا. قيل ليحيى: سمع من أبي أمامة؟ قال: لا. قيل ليحيى: سمع من جابر؟ قال: لا، هو مرسل.

كان مذهب يحيى، أن عبد الرحمن بن سابط يرسل عنهم، و لم يسمع منهم.

(التاریخ یحییٰ بن معین جزء الاول ص112)

یعنی: عبد الرحمن بن سابط نے سعد بن ابی وقاص، ابو امامۃ اور جابر رضی اللہ عنھم سے نہیں سنا۔

نوٹ:

جابر رضی اللہ عنہ سے اسکا سماع ثابت ہے۔

جیسا کہ امام ابن ابي حاتم الرازي الجرح والتعديل کے اندر فرماتے ہیں:

(عبد الرحمن بن سابط الجمحي مكي روى عن عمر رضي الله عنه مرسلا وعن جابر بن عبد الله متصلا)

دیگر کئی علماء کے اقوال بھی اس حوالے سے موجود ہیں اس کی صراحت اس روایت کے اندر موجود ہے جسے ابن العدیم نے ذکر کیا ہے۔

من طريق يعقوب بن سفيان حدثنا محمد بن عبدالله بن نمير حدثنا أبي حدثنا ربيع بن سعد عن عبدالرحمن بن سابط قال :"كنت مع جابر ، فدخل حسين بن علي رضي الله عنهما فقال جابر :من سرّه أن ينظر إلى رجل من أهل الجنة فلينظر إلى هذا ، فأشهد لسمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم ـ

اخرجہ ابن العدیم فی کتاب (بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب)(6\2583) یہ حوالہ شاملہ سے دیا گیا ہے۔

وصحح الالبانی ھذا الحدیث (السلسلۃ الصحیحۃ:4003) وأخرجه ابن حبان في صحيحه بدون تصريح السماع:6975 بترتیب ابن بلبان)

دوسری علت:

اسکی سند میں ابو معاویہ محمد بن خازم ہیں انکے بارے میں ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ثقة احفظ الناس لحديث الأعمش وقد يهم فى غيره۔

ثقہ ہیں اعمش کی حدیث کو زیادہ رکھنے والا ہے جبکہ باقی راویوں سے وھم کا شکار ہو جاتا تھا۔

(التقریب،ت:5841)

اور یہاں ابو معاویہ اعمش سے بیان نہیں کر رہے لھذا وھم کا شبہ ہے، اسی وجہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں اسکی تفرد والی وہ روایات ذکر کی ہیں جو اس نے اعمش سے بیان کی ہیں باقی متابعت میں ذکر کی ہیں۔

جیسا کہ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری کے مقدمہ میں اس بات کی وضاحت فرماتے ہیں۔

امام ذھبی فرماتے ہیں: ثبت فی الاعمش۔ وہ اعمش سے روایت کرنے میں ثبت ہے۔(الکاشف:532)

ثانیاً:

اس ضعیف روایت میں بھی گالیوں کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

دلیل نمبر: تین

(مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت)

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنِالْحُرِّ بْنِ الصَّيَّاحِ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَخْنَسِ ، قَالَ : خَطَبَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، فَنَالَ مِنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقَامَ سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ ، فَقَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ : " النَّبِيُّ فِي الْجَنَّةِ، وَأَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ، وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ، وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ، وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ، وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ، وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ، وَسَعْدٌ فِي الْجَنَّةِ ". وَلَوْ شِئْتُ أَنْ أُسَمِّيَ الْعَاشِرَ.

ترجمہ: عبد الرحمن کہتے ہیں کہ ہمیں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے کچھ تنقیدی جملے کہے تو حضرت سعید رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے۔۔۔ آگے پوری حدیث سائئ دس جنتی صحابہ والی جس میں علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ موجود ہے۔

مسند أحمد:1631

اولا:

اس روایت کی سند ضعیف ہے اس میں موجود راوی عبد الرحمن بن اخنس مجہول الحال ہے جیسا کہ ذھبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لایعرف (الکاشف ص:356)

ابن حجر فرماتے ہیں: مستور من الثالثۃ (التقریب ت:3795)

جب روایت کی سند ضعیف ہے تو مرزا صاحب کی عداوت صحابہ میں پیش کردہ کاوش مردو ہو گئی۔

ثانیاً:

اس ضعیف حدیث میں گالیوں کا کوئی تذکرہ نہیں ہے بس یہ الفاظ ہیں (فنال منہ) ان کا تذکرہ کیا انکے موقف واجتہاد پر تنقید وتردید کی۔

دلیل نمبر: چار

(مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے خطباء کی طرف منسوب روایت)

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَاصِمٍ ، قَالَ حُصَيْنٌ : أَخْبَرَنَا، عَنْ هِلَالِ بْنِ يِسَافٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ظَالِمٍ الْمَازِنِيِّ

قَالَ: لَمَّا خَرَجَ مُعَاوِيَةُ مِنَ الْكُوفَةِ اسْتَعْمَلَ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ، قَالَ: فَأَقَامَ خُطَبَاءُ يَقَعُونَ فِي عَلِيٍّ، قَالَ: وَأَنَا إِلَى جَنْبِ سَعِيدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ، قَالَ: فَغَضِبَ فَقَامَ فَأَخَذَ بِيَدِي فَتَبِعْتُهُ، فَقَالَ: أَلَا تَرَى إِلَى هَذَا الرَّجُلِ الظَّالِمِ لِنَفْسِهِ الَّذِي يَأْمُرُ بِلَعْنِ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَأَشْهَدُ عَلَى التِّسْعَةِ أَنَّهُمْ فِي الْجَنَّةِ، وَلَوْ شَهِدْتُ عَلَى الْعَاشِرِ لَمْ آثَمْ، قَالَ: قُلْتُ: وَمَا ذَاكَ؟ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى اللہ علیہ وآلہ وسلم ((اثْبُتْ حِرَاءُ فَإِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيقٌ أَوْ شَهِيدٌ۔)) قَالَ: قُلْتُ: مَنْ هُمْ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى اللہ علیہ وآلہ وسلم ((وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَالزُّبَيْرُ وَطَلْحَةُ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ۔)) قَالَ ثُمَّ سَكَتَ قَالَ: قُلْتُ: وَمَنِ الْعَاشِرُ؟ قَالَ: قَالَ: أَنَا۔ وَفِيْ لَفْظٍ: اِهْتَزَّ حِرَاءُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللَّهِ صلى اللہ علیہ وآلہ وسلم : ((اثْبُتْ حِرَاءُ...۔)) فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ۔

عبداللہ بن ظالم مازنی سے مروی ہے کہ جب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ سے باہر تشریف لے گئے تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کر گئے، انہوں نے بعض ایسے خطباء کا تقرر کر دیا جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تنقیص کرتے تھے۔ عبداللہ بن ظالم کہتے ہیں کہ میں سعید بن زید کے پہلو میں بیٹھا تھا۔ وہ شدید غصے میں آئے اور اٹھ گئے۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا تو میں بھی ان کے پیچھے چل دیا۔ انہوں نے کہا: کیا تم اس آدمی کو دیکھ رہے ہو جو اپنے اوپر ظلم کر رہا ہے اور ایک جنتی آدمی پر لعنت کرنے کا حکم دیتا ہے۔ میں نو آدمیوں کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ سب جنتی ہیں۔ اور اگر میں دسویں کے بارے میں بھی گواہی دے دوں کہ وہ بھی جنتی ہے تو میں گنہگار نہیں ہوں گا۔ عبداللہ کہتے ہیں: میں نے ان سے دریافت کیا: وہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: اے حرا! تو سکون کر جا، تجھ پر اس وقت جو لوگ موجود ہیں وہ یا تو نبی ہیں یا صدیق یا شہید۔ میں نے دریافت کیا: یہ کون کون تھے؟ انھوں نے کہا: اللہ کے رسول، سیدنا ابو بکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا علی، سیدنا زبیر، سیدنا طلحہ، سیدنا عبدالرحمن بن عوف اور سیدنا سعد بن مالک، اس سے آگے وہ خاموش رہے۔ میں نے پوچھا اور دسواں آدمی کون تھا؟ انھوں نے کہا: میں خود۔ دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ حراء خوشی سے حرکت کرنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے حراء، سکون کر۔

(مسند احمد:1644) مسند احمد:11592. دوسرا نسخہ:1644 ورواہ ابوداؤد:4648 وغیرہ۔

اولا:

مرزا صاحب نے اس راویت کو کئی حوالوں کے ساتھ ذکر کیا ہے لیکن تمام روایات کا مقصد تقریباً ایک ہی ہے لیکن یاد رکھیں یہ روایت منقطع یعنی ضعیف ہے، جیسا کہ اسکے بارے میں محقق اہل حدیث، وکیل صحابہ ابو یحییٰ نور پوری حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

(سب سے پہلے یہ جو دلیل سنن ابی داود (4648) سے ہے اس کی سند میں انقطاع ہے، ہلال بن یساف نے عبد اللہ بن ظالم مازنی سے نہیں سنا، شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اور ہمارے استادِ محترم علامہ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ بھی اس کو صحیح سمجھتے تھے کیونکہ یہ علت ان کے سامنے نہیں آئی تھی، میں نے جب تحقیق کی تو میرے سامنے یہ بات آئی اور میں نے یہ بات شیخ امن پوری صاحب حفظہ اللہ کے سامنے پیش کی کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے (سنن الکبریٰ للنسائی:8135) میں خود فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ہلال بن یساف نے عبد اللہ بن ظالم مازنی سے نہیں سنا، اس میں ایک راوی گرا ہوا ہے اور ان کی یہ بات درست بھی ہے کیونکہ دوسری سند میں ہلال کے اور مازنی کے درمیان ایک مجہول شخص کا واسطہ آتا ہے، لہذا آپ کی یہ پہلی دلیل تو ہوگئی ضعیف، جب یہ روایت ہی منقطع ہے تو آپ کا سارا مقدمہ خود ہی ڈھیر ہو گیا ہے، اب آپ کے لیے یہ لازم ہے کہ آپ اس روایت کی سند کو صحیح ثابت کریں یا اگر آپ انصاف پسند ہیں تو اس جھوٹ سے اعلانیہ رجوع کریں۔

اس سے اگلی کاروائی آپ نے یہ کی کہ آپ نے تحریف کرتے ہوئے ترجمے میں ڈنڈی ماری، آپ نے ترجمہ کرتے ہوئے کہا کہ "جب معاویہ مغیرہ کو ملنے آیا تو معاویہ نے مغیرہ کو خطبے کے لیے کھڑا کیا اور اس نے حضرت علی کے اوپر لعنت کی۔"

ہم کہتے ہیں کہ " **لعنة الله على الكاذبين**"سنن الکبریٰ للنسائی کی اس ضعیف روایت کے الفاظ ہم آپ کو بتاتے ہیں۔

لَمَّا قَدِمَ مُعَاوِيَةُ الْكُوفَةَ أَقَامَ مُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ خُطَبَاءَ يَتَنَاوَلُونَ عَلِيًّا

جب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ آئے تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کچھ خطباء مقرر کیئے، وہ خطیب جو تھے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شان میں تنقیص کرتے تھے (ہم بتا چکے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے ایسی کوئی بات قطعاً ثابت نہیں ہے)

الفاظ بلکل برعکس ہیں، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو کھڑا کرنا بلکل ثابت نہیں ہے بلکہ الفاظ یہ ہیں کہ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کچھ خطباء مقرر کیئے اور آپ کا یہ جھوٹ باندھنا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے اور اپنی موجودگی میں سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے لعنت کروائی، استغفر اللہ۔ یہ جھوٹ ہے، اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو)

انتہی کلام الشیخ۔۔۔حفظہ اللہ تعالیٰ۔

ثانیاً:

امام المحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے (التاریخ الکبیر) میں اس روایت میں موجود راوی عبد اللہ بن ظالم کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

عبد اللہ بن ظالم عن سعید بن زید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم (عشرۃ فی الجنۃ)

بخاری رحمہ اللہ آگے فرماتے ہیں:

(ولم يصح وليس له حديث الا هذا وحديث بحسب اصحابی القتل)

اس کی روایت صحیح نہیں ہے، اسکی دو ہی حدیثیں ہیں ایک یہ دوسری (بحسب أصحابي القتل).

(التاریخ الکبیر ج5 ص31 رقم الترجمۃ 6437)

امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ اسے اپنے کتاب الضعفاء میں ذکر کرتے ہوئے بخاری کے اس فرمان کو ذکر کرتے ہیں۔

(الضعفاء العقیلی ج2 ص267 رقم الترجمۃ:827)

اسی طرح ابن عدی رحمہ اللہ الکامل فی الضعفاء میں اس کو ذکر کرتے ہیں اور امام بخاری کے مذکورہ فرمان کو لاتے ہیں، اسی طرح محدث ازدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لا یتابع علیہ۔

نوٹ:

عبداللہ بن ظالم المازنی کی یہ روایت تو اول مذکور علت کی وجہ سے ہی ضعیف ہے جبکہ راجح قول کے مطابق وہ صدوق، حسن الحدیث ہیں کما قال ابن حجر فی التقریب صدوق لینہ البخاري (التقریب:3400)

و قال ابو حاتم فی الجرح والتعدیل: صدوق۔

واللہ اعلم۔

معزز قارئین کرام!

روایات پر حکم لگانا مرزا جہلمی کے بس کی بات نہیں جو صرف مترجم کتب پر ہی گذارا فرماتا ہے، اس مذکورہ حدیث کی اسنادی حیثیت آپ نے دیکھ لی، جب روایت ضعیف ہے تو مرزا صاحب کی صحابہ دشمنی میں کی گئی پوری کوشش ان پر وبال ہے۔

دلیل نمبر: پانچ

(سھل رضی اللہ عنہ کی روایت)

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ فَقَالَ هَذَا فُلَانٌ لِأَمِيرِ الْمَدِينَةِ يَدْعُو عَلِيًّا عِنْدَ الْمِنْبَرِ قَالَ فَيَقُولُ مَاذَا قَالَ يَقُولُ لَهُ أَبُو تُرَابٍ فَضَحِكَ قَالَ وَاللَّهِ مَا سَمَّاهُ إِلَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا كَانَ لَهُ اسْمٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْهُ فَاسْتَطْعَمْتُ الْحَدِيثَ سَهْلًا وَقُلْتُ يَا أَبَا عَبَّاسٍ كَيْفَ ذَلِكَ قَالَ دَخَلَ عَلِيٌّ عَلَى فَاطِمَةَ ثُمَّ خَرَجَ فَاضْطَجَعَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ قَالَتْ فِي الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ إِلَيْهِ فَوَجَدَ رِدَاءَهُ قَدْ سَقَطَ عَنْ ظَهْرِهِ وَخَلَصَ التُّرَابُ إِلَى ظَهْرِهِ فَجَعَلَ يَمْسَحُ التُّرَابَ عَنْ ظَهْرِهِ فَيَقُولُ اجْلِسْ يَا أَبَا تُرَابٍ مَرَّتَيْنِ

ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد العزیز بن ابی حازم نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے کہ ایک شخص حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے یہاں آیا اور کہا کہ یہ فلاں شخص اس کا اشارہ امیر مدینہ کی طرف تھا، بر سر منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتا ہے، ابو حازم نے بیان کیا کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا کہتا ہے؟ اس نے بتایا کہ انہیں "ابو تراب" کہتا ہے، اس پر حضرت سہل ہنسنے لگے اور فرمایا کہ خدا کی قسم! یہ نام تو ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا تھا اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس نام سے زیادہ اپنے لیے اور کوئی نام پسند نہیں تھا۔ یہ سن کر میں نے اس حدیث کے جاننے کے لیے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے خواہش ظاہر کی اور عرض کیا اے ابو عباس! یہ واقعہ کس طرح سے ہے؟ انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں آئے اور پھر باہر آکر مسجد میں لیٹ رہے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (فاطمہ رضی اللہ عنہا سے) دریافت فرمایا، تمہارے چچا کے بیٹے کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ مسجد میں ہیں۔ آپ مسجد میں تشریف لائے، دیکھا تو ان کی چادر پیٹھ سے نیچے گر گئی ہے اور ان کی کمر پر اچھی طرح سے خاک لگ چکی ہے۔ آپ مٹی ان کی کمر سے صاف فرمانے لگے اور بولے، اٹھو اے ابو تراب اٹھو (دو مرتبہ آپ نے فرمایا)

صحیح بخاری حدیث نمبر: 3703

وضاحت:

اس روایت پر غور کریں تو کئی مسائل حل ہو جاتے ہیں۔

حضرت سھل رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بندہ جب شکایت لے کر آیا کہ امیر مدینہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا بول رہا ہے حضرت سہل نے استفسار کیا کہ وہ کیا کہتا ہے؟

تو جواب میں اس شخص نے کہا وہ علی رضی اللہ عنہ کو ابو تراب بول رہا ہے۔ سہل رضی اللہ عنہ نے وضاحت کی یہ تو کوئی گالی نہیں ہے اور نہ ہی برا بھلا بولنا ہے۔ یہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وہ نام ہے جو انہیں اصل نام سے بھی زیادہ محبوب ہے۔

اس روایت سے پتہ چلا کہ جن راویوں نے (سب) وغیرہ کے الفاظ ذکر کیے ہیں اس سے مراد گالیاں نہیں بلکہ اس طرح کے القابات سے یاد کرنا ہے اور بعض لوگ انکا اصل مطلب سمجھ نہیں سکتے تھے تو اس وجہ سے انکا غلط مفہوم مراد لیتے تھے۔

دلیل نمبر: چھ

(سہل رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک اور روایت)

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: اسْتُعْمِلَ عَلَى الْمَدِينَةِ رَجُلٌ مِنْ آلِ مَرْوَانَ قَالَ: فَدَعَا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَشْتِمَ عَلِيًّا قَالَ: فَأَبَى سَهْلٌ فَقَالَ لَهُ: أَمَّا إِذْ أَبَيْتَ فَقُلْ: لَعَنَ اللهُ أَبَا التُّرَابِ فَقَالَ سَهْلٌ: مَا كَانَ لِعَلِيٍّ اسْمٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَبِي التُّرَابِ، وَإِنْ كَانَ لَيَفْرَحُ إِذَا دُعِيَ بِهَا، فَقَالَ لَهُ: أَخْبِرْنَا عَنْ قِصَّتِهِ، لِمَ سُمِّيَ أَبَا تُرَابٍ؟ قَالَ: جَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ فَاطِمَةَ، فَلَمْ يَجِدْ عَلِيًّا فِي الْبَيْتِ، فَقَالَ «أَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ؟» فَقَالَتْ: كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ شَيْءٌ، فَغَاضَبَنِي فَخَرَجَ، فَلَمْ يَقِلْ عِنْدِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِإِنْسَانٍ «انْظُرْ، أَيْنَ هُوَ؟» فَجَاءَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ هُوَ فِي الْمَسْجِدِ رَاقِدٌ، فَجَاءَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ، قَدْ سَقَطَ رِدَاؤُهُ عَنْ شِقِّهِ، فَأَصَابَهُ تُرَابٌ، فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُهُ عَنْهُ وَيَقُولُ «قُمْ أَبَا التُّرَابِ قُمْ أَبَا التُّرَابِ»

ابو حازم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہا: کہ مدینہ میں مروان کے آل میں سے ایک شخص کو (کسی جگہ کسی سرکاری عھدہ پر) مقرر کیا گیا تو اس نے سیدنا سہل رضی اللہ عنہ کو

بلایا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا بولنے کا حکم دیا۔ سیدنا سہل رضی اللہ عنہ نے انکار کیا تو وہ شخص بولا کہ اگر تو برا بھلا کہنے سے انکار کرتا ہے تو کہہ کہ ابو تراب پر اللہ کی لعنت ہو۔ سیدنا سہل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ابو تراب سے زیادہ کوئی نام پسند نہ تھا اور وہ اس نام کے ساتھ پکارنے والے شخص سے خوش ہوتے تھے۔ وہ شخص بولا کہ اس کا قصہ بیان کرو کہ ان کا نام ابو تراب کیوں ہوا؟ سیدنا سہل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو گھر میں نہ پایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تیرے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟ وہ بولیں کہ مجھ میں اور ان میں کچھ باتیں ہوئیں اور وہ غصہ ہو کر چلے گئے اور یہاں نہیں سوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے فرمایا کہ دیکھو وہ کہاں ہیں؟ وہ آیا اور بولا کہ یارسول اللہ! علی مسجد میں سو رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے، وہ لیٹے ہوئے تھے اور چادر ان کے پہلو سے الگ ہو گئی تھی اور (ان کے بدن سے) مٹی لگ گئی تھی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مٹی پونچھنا شروع کی اور فرمانے لگے کہ اے ابو تراب! اٹھ۔ اے ابو تراب! اٹھ۔

صحیح مسلم حدیث نمبر:6229

وضاحت:

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مروان کے خاندان کا ایک شخص، جس کا نام معلوم نہیں، وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا تھا۔ روایت میں نہ تو اس کا نام مذکور ہے اور نہ ہی اس کا عہدہ نیز یہ وہ واضح ہے کہ وہ گورنر نہیں تھا، اسی طرح اس نے اپنے بغض کا اظہار بر سر منبر نہیں کیا بلکہ نجی محفل میں کیا۔ اس دور میں چونکہ ناصبی فرقہ ظاہر ہو رہا تھا، اس وجہ سے ایسے لوگوں کی موجودگی کا امکان موجود ہے۔

تاہم یہ نہ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقرر کردہ گورنر تھا اور نہ ہی کوئی اور اہم عہدے دار تھا کسی چھوٹے موٹے عہدے پر فائز رہا ہوگا اور وہ اپنے زعم میں علی رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کروانے چلا تھا لیکن حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے اسے منہ توڑ جواب دے کر خاموش کر دیا، سہل رضی اللہ عنہ کے اس مبارک ردوالے عمل پر حکومتی طور پر کوئی رد نہیں کیا گیا، اس سے واضح معلوم ہو رہا ہے وہ ایک کسی ناصبی شخص کا ذاتی عمل تھا معاویہ رضی اللہ عنہ اس سے پاک ہیں۔

نیز اس روایت میں یہ نہیں کہ اس شخص نے یہ کام معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے کیا تھا اسی طرح یہ بھی نہیں کہ اس شخص کی شکایت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی ہو اور آپ نے صرف نظر کی ہو۔

انتہائی اھم ترین نوٹ:

اس میں موجود مجھول شخص ناصبیت والا مردود ذھن رکھتا تھا جو اھل بیت کی دشمنی میں نمایاں رہے تھے اور انکے مقابلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں کچھ لوگ رافضیت والی ذھنیت رکھتے تھے جو معاویہ رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ تمام بنوامیہ، عائشہ رضی اللہ عنھا اور دیگر کبار صحابہ، طلحہ زبیر رضی اللہ عنھما وغیرہ سب پر کرتے تھے بلکہ علی رضی اللہ کے لشکر میں بعض تو قاتلین عثمان، طلحہ وزبیر رضی اللہ عنھم بھی موجود تھے اور آج تک مرزا اور اسکے حواری روافض معاویہ رضی اللہ عنہ، ازواج مطہرات وغیرہ پر نقطہ چینی کرتے ہوئے آرہے ہیں۔

لیکن۔۔۔۔ معاذاللہ ہم اس وجہ سے سیدنا و محبوبنا علی المرتضی شیر خدا، اسد اللہ رضی اللہ عنہ کی ذات کے بارے میں کوئی ذرہ برابر شک نہیں کر سکتے کہ ان کے حکم یا رضامندی سے یہ سب کچھ ہوتا تھا بلکہ علی رضی اللہ عنہ روافض کے اس کام سے بریٔ الذمہ ہیں۔

لیکن افسوس کے ساتھ مرزا صاحب اور اسکے ایجنٹ روافض کی مشن پر چلتے ہوئے صحابی رسول معاویہ رضی اللہ کو بریٔ قرار دینے کے بجائے اسکے خلاف زبان درازی کر رہے ہیں۔

یاد رہے ہم اھل سنت ناصبیوں اور رافضیوں دونوں سے بیزار ہیں۔

علامہ قرطبی ابو العباس أحمد بن عمر بن إبراھیم القرطبي رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: " **يبعد على معاوية أن يصرح بلعنه وسبّه ، لما كان معاوية موصوفاً به من العقل والدين ، والحلم وكرم الأخلاق ، وما يروى عنه من ذلك فأكثره كذب لا يصح ، وأصح ما فيها قوله لسعد بن أبي وقاص: ما يمنعك أن تسب أبا تراب ؟**

وهذا ليس بتصريح بالسب ، وإنما هو سؤال عن سبب امتناعه ليستخرج ما عنده من ذلك ، أو من نقيضه ، كما قد ظهر من جوابه ، ولما سمع ذلك معاوية سكت وأذعن ، وعرف الحق لمستحقه...

وأما التصريح باللّعن ، وركيك القول ، كما قد اقتحمه جهّال بني أمية وسفلتهم ، فحاش معاوية منه ، ومن كان على مثل حاله من الصحبة ، والدّين ، والفضل ، والحلم ، والعلم ، والله تعالى أعلم " انتهى من " المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم " (6 / 278 – 279) من المكتبة الشاملة

مفہوم:

یہ بات ناممکن ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صراحت کریں (بولیں) حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لعن طعن کرنے کے لیے یا گالیاں دینے کے لیے کیونکہ معاویہ رضی اللہ عنہ متصف تھے اعلی عقل، دین، بردباری اور اچھے اخلاق کے ساتھ جو کچھ ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے وہ اکثر جھوٹ ہے صحیح ثابت نہیں، اس مسئلہ میں (مخالفین کی طرف سے پیش کردہ دلائل میں سے) سب سے صحیح ترین دلیل سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ (اس روایت کے حوالے سے ہم نے تفصیلی بحث قسط نمبر: ایک، میں کی ہے)

آگے قرطبی فرماتے ہیں: جن روایتوں کے اندر لعن اور نامناسب الفاظ کی صراحت ہے وہ بنی امیہ کے بعد جاہلوں اور ہلکے قسم کے افراد کی طرف سے سرزد ہوئے ہیں معاویہ رضی اللہ عنہ اس سے پاک ہیں ،کیونکہ ان کی جو حالت ہے صحابیت، دین، فضل، بردباری وغیرہ کی (وہ اسکے منافی ہے).

معزز قارئین کرام!

آپ غور فکر کریں تو حقیقت بھی یہی ہے معاویہ رضی اللہ عنہ تو فضیلت علی رضی اللہ عنہ کے قائل تھے وہ کیسے ان پر لعن طعن کرسکتے ہیں؟ یا کرواسکتے ہیں؟

جیسا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا مندرجہ ذیل فرمان ملاحظہ فرمائیں::

جاء أبو مسلم الخولاني وأناس معه إلى معاوية فقالوا له : أنت تنازع علياً أم أنت مثله ؟ فقال معاوية : لا والله ! إني لأعلم أن علياً أفضل مني ، وإنه لأحق بالأمر مني ، ولكن ألستم تعلمون أن عثمان قتل مظلوماً وأنا ابن عمه ؟ وإنما أطلب بدم عثمان ، فأتوه فقولوا له ، فليدفع إلي قتلة عثمان ، وأسلم له "

(ابن عساکر 59 / 132 وذکرہ الذھبی فی السیر ج4 ص300 وسندہ حسن)

ابو مسلم الخولانی رحمۃ اللہ علیہ چند افراد کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے آپ حضرت علی سے جھگڑا کر رہے ہیں کیا آپ ان جیسے ہیں ؟؟؟ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے اللہ کی قسم نہیں ؛ یقینا میں جانتا ہوں علی رضی اللہ عنہ میرے سے افضل ہیں اور خلافت کے مجھ سے زیادہ حقدار ہیں ؛ لیکن تم نہیں جانتے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو مظلومانہ انداز میں قتل کیا گیا ہے ؟؟ میں ان کے چچا کا بیٹا ہوں میں تو صرف عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کر رہا ہوں تم حضرت علی کے پاس جاؤ اور اسے کہہ دو کہ وہ قاتلین عثمان کو میرے حوالے کردیں میں اس کی اطاعت کروں گا۔

حدیث عمار رضی اللہ عنہ اور مرزا کا غلط استدلال

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ العَزِيزِ بْنُ مُخْتَارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ الحَذَّاءُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ وَلِابْنِهِ عَلِيٍّ: انْطَلِقَا إِلَى أَبِي سَعِيدٍ فَاسْمَعَا مِنْ حَدِيثِهِ، فَانْطَلَقْنَا فَإِذَا هُوَ فِي حَائِطٍ يُصْلِحُهُ، فَأَخَذَ رِدَاءَهُ فَاحْتَبَى، ثُمَّ أَنْشَأَ يُحَدِّثُنَا حَتَّى أَتَى ذِكْرُ بِنَاءِ المَسْجِدِ، فَقَالَ: كُنَّا نَحْمِلُ لَبِنَةً لَبِنَةً وَعَمَّارٌ لَبِنَتَيْنِ لَبِنَتَيْنِ، فَرَآهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْفُضُ التُّرَابَ عَنْهُ، وَيَقُولُ: «وَيْحَ عَمَّارٍ، تَقْتُلُهُ الفِئَةُ البَاغِيَةُ، يَدْعُوهُمْ إِلَى الجَنَّةِ، وَيَدْعُونَهُ إِلَى النَّارِ» قَالَ: يَقُولُ عَمَّارٌ: أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الفِتَنِ

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن مختار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد حذاء نے عکرمہ سے، انھوں نے بیان کیا کہ مجھ سے اور اپنے صاحبزادے علی سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جاؤ اور ان کی احادیث سنو۔ ہم گئے۔ دیکھا کہ ابوسعید رضی اللہ عنہ اپنے باغ کو درست کر رہے تھے۔ ہم کو دیکھ کر آپ نے اپنی چادر سنبھالی اور گوٹ مار کر بیٹھ گئے۔ پھر ہم سے حدیث بیان کرنے لگے۔ جب مسجد نبوی کے بنانے کا ذکر آیا تو آپ نے بتایا کہ ہم تو (مسجد کے بنانے میں حصہ لیتے وقت) ایک ایک اینٹ اٹھاتے۔ لیکن عمار دو دو اینٹیں اٹھا رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دیکھا تو ان کے بدن سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمایا، افسوس! عمار کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔ جسے عمار جنت کی دعوت دیں گے اور وہ جماعت عمار کو جہنم کی دعوت دے رہی ہو گی۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ میں فتنوں سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔

صحیح بخاری حدیث نمبر:447 ورواہ مسلم.

معزز قائین کرام!

عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسلمانوں میں اختلاف وانتشار پیدا ہو گیا، اختلاف کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں موجود تھے لہذا حضرت عائشہ، طلحہ، زبیر، معاویہ، مغیرہ بن شعبہ، عمر بن عاص وغیرہ رضی اللہ عنھم اجمعین سب کا مطالبہ تھا کہ مظلوم، شہید مدینہ، امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین سے فورا قصاص لیا جائے جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حالت اس وقت کمزور تھی قاتلین عثمان بہت زیادہ تھے آپ فورا قصاص لینے سے عاجز تھے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے حوالہ سے حکومت پر دباؤ ڈالنے کے لیے بصرہ کا ارادہ کیا اور جنگ کا کوئی ارادہ نہیں تھا اور اسکے بعد فریقین میں مصالحت ہو گئی لیکن بعض سرکشوں اور بالخصوص قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ نے

جب دیکھا مسلمان سارے علی رضی اللہ عنہ پر متفق ہو جائینگے تو ہماری خیر نہیں تو انہوں نے شرارت کرتے ہوئے اچانک جھوٹی افواہیں پھیلا دیں کہ فریق ثانی نے عہد شکنی کر دی ہے اور فریق ثانی پر تیر اندازی شروع کر دی اور اسی وجہ سے معاملہ جنگ تک پہنچ گیا اور نتیجے میں جنگ جمل اور پھر جنگ صفین برپا ہوئی۔

جب نوبت جنگ تک پہنچی تو ان جنگوں کے حوالے سے صحابہ کے تین موقف بن گئے کیونکہ معاویہ مشتبہ تھا۔

پہلا موقف:

اکثر صحابہ خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔

ان صحابہ میں سے **سعْد بْن أَبِي وقّاصٍ, ومُحمّد بْن مسلمة؛ وأُسامة بْن زيْدٍ, وعبْد اللّهِ بْن عُمر** وغیرہ کبار صحابہ شامل ہیں رضی اللہ عنھم اجمعین۔

قال محمد بن سيرين، قال:" هاجت الفتنة وأصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم عشرة آلاف ، فما حضر فيها مائة ، بل لم يبلغوا ثلاثين " . " السنة لأبي بكر الخلال " (466/2) رقم المسلسل728۔ وسنده صحيح۔

محمد بن سیرین رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب جنگوں کا فتنہ عروج پر پہنچا اس وقت دس ہزار صحابہ زندہ تھے تو ان میں سے جنگوں کے اندر ایک سو کے قریب بھی شریک نہیں ہوئے بلکہ تیس کے قریب شریک ہوئے۔

دوسرا موقف:

علی رضی اللہ خلیفہ بر حق ہیں ان کی مدد کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔

تیسرا موقف:

عثمان رضی اللہ عنہ مظلومانہ انداز میں شہید کئے گئے ان کا قصاص لینا ہم پر فرض ہے کیونکہ قرآن کہتا ہے (کتب علیکم القصاص)۔

معزز قارئین کرام!

ہم یہ کہتے ہیں کہ ان جنگوں میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ حق بجانب تھے، لیکن دوسرے لڑائی کرنے والے صحابہ صرف اجتہادی خطا پر تھے۔

نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا کہ:

قَالَ الْعُلَمَاءُ هَذَا الْحَدِيثُ حُجَّةٌ ظَاهِرَةٌ فِي أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ مُحِقًّا مُصِيبًا وَالطَّائِفَةُ الْأُخْرَى بُغَاةٌ لَكِنَّهُمْ مُجْتَهِدُونَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِمْ لِذَلِكِ۔

ترجمہ: علماء فرماتے ہیں یہ حدیث (عمار) حجت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ حق پر ہیں اور درستگی پر ہیں اور دوسری جماعت باغی ہے مگروہ مجتھد ہیں اس لئے ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

انہیں لغت عربی کے اعتبار سے باغی کہا گیا ہے اور اس خطاء کو اللہ نے انہیں پہلے ہی معاف فرمادیا تھا یہی وجہ ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ اس جنگ میں شہید ہونے والے افراد کو جنتی تصور کرتے تھے۔

حدثنا عمر بن أيوب الموصلي عن جعفر بن برقان عن يزيد بن الأصم قال : سئل علي عن قتلى يوم صفين ، فقال : قتلانا وقتلاهم في الجنة ، ويصير الأمر إلي وإلى معاوية.

(رواه ابن ابی شيبة رحمه الله فی مصنفه رقم المسلسل: **37869** ج7 ص**552**) وسنده صحيح۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ صفین کے مقتولین کے بارے میں پوچھا گیا کہ انکا کیا حکم ہے؟؟ تو آپ نے فرمایا ہمارے اور ان کے مقتولین جنت میں جائیں گے باقی یہ معاملہ میرا یا معاویہ کا ہے۔

اس اثر کے رواۃ کی تعدیل پیش خدمت ہے۔

(1) عمر بن ایوب الموصلی۔ قال: یحیٰی بن معین "ثقۃ".

قال احمد بن حنبل: لیس بہ باس۔ قال ابوداؤد: ثقۃ۔ اور یہ مسلم کے رواۃ میں سے ہے۔(تھذیب الکمال ج7ص453)

(2) جعفر بن برقان۔ قال عنہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ: ثقۃ ضابط لحدیث میمون وحدیث یزید بن الاصم۔ جب یہ میمون یا یزید بن الاصم سے روایت بیان کریں تو اس وقت ثقۃ وضابط ہے۔(تھذیب الکمال ج2ص253) اور یہاں وہ یزید سے ہی بیان کررہا ہے۔

(3) یزید بن الاصم۔ قال عنہ الحافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ:: ثقۃ۔(التھذیب ت 7686 ص 671).

نوٹ:

مذکورہ فرمان علی رضی اللہ عنہ بار بار پڑھیں اور غور فکر کریں کہ صفین میں قتل ہونے دوں جماعتوں کے افراد کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنتی قرار دیا ہے جو کہ واضح ثبوت ہے کہ حضرت علی انہیں مومن و مسلمان سمجھتے تھے صرف اور صرف اجتہادی خطا پر انہیں تصور کرتے تھے۔

اسی طرح آپ سے جب جنگ جمل میں شرکت کرنے فریق ثانی کے لوگوں کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ منافق ہیں یا مشرک ؟؟؟ تو آپ نے فرمایا (اخواننا بغوعلینا) یہ ہمارے بھائی ہیں انہوں نے (غلط فہمی کی وجہ سے) ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج7 ص535 رقم المسلسل:37752)

نوٹ:: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین اور جمل میں شریک ہونے والے سارے لوگوں کو مسلمان ؛ مومن اور اپنا بھائی قرار دے دیا ہے ؛ اور علی رضی اللہ عنہ حق بجانب ہیں تو یہاں ایک بڑا سوال پیدا ہوتا ہے کہ ؛ ایک عام مسلمان ؛ جب اس سے جان بوجھ کر ہی غلطی ہو جائے ؛ تو کیا توبہ کے بعد اللہ تعالی اسے معاف نہیں کر سکتا!!؟؟ کیا اللہ نے اس کے لئے توبہ کے دروازے نہیں کھولے ہوئے ؟؟؟ کون ہے جو اللہ کی رحمت اور بخشش سے مسلمانوں کو محروم کر دے ؟؟؟؟ کوئی نہیں کر سکتا یقینا کوئی نہیں ؛ کیونکہ یہ اختیار مخلوق کے پاس نہیں ہے اس رب کا تو اعلان ہے۔ ان ربک واسع المغفرۃ ۔۔۔۔ بے شک تیرے رب کی بخشش بہت ہی کشادہ ہے.

اسی طرح ارشاد فرمایا:: ومن یغفر الذنوب الا اللہ.

کون ہے ؟؟ اللہ کے سوا گناہوں کو معاف کرنے والا۔

یہاں تک کہ مشرک ؛ قاتل ؛ زانی اور اس جیسے بھیانک گناہوں کا مرتکب عام انسان بھی جب توبہ کرتا ہے تو رب العالمین کی طرف سے جواب ملتا ہے (یبدل اللہ سیئا تہم حسنات) اللہ اس گنہگار کے گناہوں کو مٹا کر نیکیاں لکھ دیتا ہے۔

جب یہ بخشش کے اعلان عام مسلمان افراد کے لیے ہیں تو کیا یہ معاویہ، عائشہ اور بنو اُمیہ کے دیگر صحابہ رضی اللہ عنھم کے لیے نہیں ہو سکتے ؟؟؟ جن سے بسا اوقات بشری تقاضوں کے مطابق اجتہادی خطائیں صادر ہو گئیں !!!!

جن کی فضیلت و عظمت اور بخشش کا اعلان پہلے ہی قرآن نے فرما دیا ہے، تو آج کے نیم رافضی یا رافضی کون ہو سکتے ہیں ؟؟؟ جو معاویہ رضی اللہ عنہ یا دیگر صحابہ سے یہ بخشش اور جنت کی فضیلت چھین لیں !!! یقیناً جو بھی ان کے خلاف زبان درازی کرے گا وہ اپنے ایمان کو تو خراب کر سکتا ہے معاویہ رضی اللہ عنہ کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ امام اھل سنت ابو زرعہ الرازی رحمہ اللہ نے کیا خوب فرمایا !!! جب ایک شخص ان کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے میں معاویہ سے نفرت اور بغض رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا: لِمَ؟ قال: لأنہ قاتل علیا. فقال أبو زرعۃ: إن ربَّ معاویۃ ربّ رحیم وخصم معاویۃ خصمٌ کریم فما دخولک أنت بینھما رضي اللہ عنھم أجمعین

رواہ ابن عساکر 59/141 وانظر فتح الباري 13/86 عمدۃ القاري 24/215.

ابو زرعہ الرازی رحمہ اللہ نے اس دشمن معاویہ رضی اللہ سے پوچھا تم اس کیوں نفرت کرتے ہو؟؟ اس نے کہا اس لیے کہ انہوں نے علی رضی اللہ عنہ سے قتال کیا تھا۔ ابو زرعہ الرازی نے کہا بے شک معاویہ رضی اللہ عنہ کا رب بڑا ہی مہربان ہے اور معاویہ سے اختلاف کرنے والے یعنی علی رضی اللہ عنہ بھی بڑے کرم کرنے والے ہیں تمہارا ان کے بیچ میں کیا جاتا ہے۔۔۔۔؟؟؟

(اس اثر کی سند پر کچھ کلام ہے لیکن معنی بالکل درست ہے)۔

معزز قارئین کرام!

جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ہی ان افراد کو جنتی قرار دے دیا ہے تو حدیث کا معنی واضح ہو گیا، یہاں باغی سے مراد لغوی باغی ہیں نہ کہ اصطلاحی باغی، جن کے لیے سخت ترین احکامات ہیں۔

مرزا جہلمی اور انکے معتقدین سے اہم ترین سوال اور التماس: مندرجہ ذیل اتفاقی صحیح روایت پر غور کریں۔

حدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَقَهُ وَفَاطِمَةَ بِنْتَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَام لَيْلَةً فَقَالَ أَلَا تُصَلِّيَانِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْفُسُنَا بِيَدِ اللَّهِ فَإِذَا شَاءَ أَنْ يَبْعَثَنَا بَعَثَنَا فَانصَرَفَ حِينَ قُلْنَا ذَلِكَ وَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا ثُمَّ سَمِعْتُهُ وَهُوَ مُوَلٍّ يَضْرِبُ فَخِذَهُ وَهُوَ يَقُولُ وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا۔

ہم سے ابو الیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، کہا کہ مجھے حضرت زین العابدین علی بن حسین نے خبر دی، اور انہیں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات ان کے اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کے پاس آئے، آپ نے فرمایا کہ کیا تم لوگ (تہجد کی) نماز نہیں پڑھو گے؟ میں عرض کی کہ یارسول اللہ! ہماری روحیں اللہ کے قبضہ میں ہیں، جب وہ چاہے گا ہمیں اٹھادے گا۔ ہماری اس عرض پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے۔ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن واپس جاتے ہوئے میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ران پر ہاتھ مار کر (سورہ کہف کی یہ آیت پڑھ رہے تھے) آدمی سب سے زیادہ جھگڑالو ہے﴿وکان الانسان اکثر شئی جدلا﴾

بخاری:1127.

اس حدیث کے معنی پر غور کریں،اب اگر کوئی ناصبی اٹھ کر اس حدیث کو بیان کرے اور کہے کہ قرآن کے اندر جو آیت ہے (وکان الانسان اکثر شيء جدلا) سے مراد معاذاللہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ خاتون جنت فاطمہ الزھراء رضی اللہ عنھاہیں۔ معاذ اللہ

پوری آیت اس طرح ہے

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ لِلنَّاسِ مِن كُلِّ مَثَلٍ ۚ وَكَانَ الْإِنسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا.

ہم نے اس قرآن میں ہر ہر طریقے سے تمام کی تمام مثالیں لوگوں کے لئے بیان کر دی ہیں لیکن انسان سب سے زیادہ جھگڑالو ہے۔ الکھف / 54.

مرزاصاحب! ناصبی کے اس اعتراض کا آپ کے پاس کیاجواب ہوگا؟؟

اور آپ کو پتہ ہونا چاہیئے کہ اس آیت سے مراد وہ لوگ ہیں جو قرآن پر اعتراض کریں اور قرآنی احکامات کے ساتھ ٹکراؤ کریں اور جھگڑا کریں اس طرح کے افراد کا حکم تو ہر ایک کو معلوم ہی ہے۔

مرزاصاحب حقیقت یہ ہے کہ ہم تو اس حدیث پیش کرنے والے ناصبی کو منہ توڑ جواب دیگے اور ناصبی کے اس استدلال پر اسے ملامت کرتے ہوئے گستاخ علی رضی اللہ عنہ کا حکم لگائینگے اور کہینگے کہ یہاں لغت عربی کے اعتبار سے جدل کہا گیا ہے۔ ورنہ آیت کے اصل معنی اور سیاق کلام کے ساتھ معنوی اعتبار سے، سیدہ خاتون جنت فاطمہ ، اور شیر خدا علی رضی اللہ عنھما کا ذرہ برابر بھی تعلق نہیں ہے۔

کیونکہ ہم اہلسنت اہل بیت کی گستاخی کبھی نہیں برداشت کرسکتے۔

مرزاصاحب آپ کا کیاجواب ہوگا؟؟

اس طرح کی نصوص جب دیگر صحابہ کے بارے میں ملتی ہیں تو آپ تاویل نہیں کرتے ؟

یہاں آپ تاویل کیے بغیر کیاجواب دیں گے ؟

معزز احباب!

اگر یہاں بات سمجھانا مقصود نہیں ہوتی تو میں اس روایت کو کبھی بھی اس سیاق میں ذکر نہ کرتا کیوں کہ لوگ اس کا مفہوم اور مقصد سمجھ نہیں سکتے اور اہل جنت، مغفور افراد کے بارے میں بدگمان ہو کر بیٹھ جاتے ہیں ہیں۔ معاذ اللہ۔

لیکن اپنے آپ کو عدل پرست اور حق پرست سمجھنے والا مرزا اور اس کے حواریوں کو اگر اس طرح کی حدیث معاویہ رضی اللہ عنہ یا کسی اور اموی صحابی کے خلاف مل جاتی تو چیخ چیخ، زبان درازی کرتے ہوئے غلط مفہوم نکالتے ہوئے عوام کے سامنے بیان کرتے اور نعرہ لگاتے ہم بڑے حق پرست ہیں باقی علماء حق کو چھپاتے ہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ شرح مسلم کے اندر اس پر کلام فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

" واعلم أن الدماء التي جرت بين الصحابة رضي الله عنهم ليست بداخلة في هذا الوعيد – يعني قول النبي صلى الله عليه وسلم : إذا التقى المسلمان بسيفيهما فالقاتل والمقتول في النار.ومذهب أهل السنة والحق إحسان الظن بهم ، والإمساك عما شجر بينهم ، وتأويل قتالهم ، وأنهم مجتهدون متأولون لم يقصدوا معصية ، ولا محض الدنيا ، بل اعتقد كل فريق أنه المحق ، ومخالفه باغ ، فوجب عليه قتاله ليرجع إلى أمر الله ، وكان بعضهم مصيبا وبعضهم مخطئا معذورا في الخطأ ، لأنه لاجتهادٍ ، والمجتهد إذا أخطأ لا إثم عليه " انتهى من " المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج " (11/18

مفہوم: جان لیں کو وہ خون جو صحابہ کے بیچ میں اختلافات کی وجہ سے بہے تھے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے فرمان کی اس وعید کے اندر داخل نہیں۔

دو مسلمان جب آپس میں تلواروں کے ساتھ لڑتے ہیں ہیں تو قاتل مقتول دونوں جہنمی ہیں۔

اھل سنت اور اھل حق کا مذہب یہی ہے کہ ان کے بارے میں اچھا گمان رکھا جائے۔ اور جو ان کے بیچ میں اختلافات ہوئے اس حوالے سے خاموش رہا جائے، ان کے بیچ میں جو لڑائیاں ہوئیں تھیں اس حوالے سے (صحیح) توجیہ بیان کی جائے، بے شک وہ سارے کے سارے مجتہد اور توجیہ کرنے والے تھے ان کا نافرمانی کا کوئی ارادہ نہیں تھا اور نہ ہی دنیا کی لالچ تھی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے ہر جماعت کا یہی خیال تھا کہ وہ حق پر ہیں اور اس کا مخالف باغی ہے اسی لیے ان سے قتال کرنا واجب ہے تاکہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئیں جبکہ کہ حقیقت میں تو کچھ ان میں درستگی پر تھے سے اور کچھ اجتہادی خطا پر تھے اور اللہ کے ہاں وہ اس اجتھادی خطا میں معذور ہیں کیونکہ یہ غلطیاں اجتہاد کی وجہ سے صادر ہوئی اور مجتہد جب اجتہاد کرتا ہے اس سے خطا صادر ہو جائے تو (پھر بھی اسے ثواب ملتا ہے) اور اسکی غلطی پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

معزز قارئین کرام!

نووی رحمہ اللہ کے اس فرمان کو بار بار غور سے پڑھیں تو حق عیاں ہو جاتا ہے کہ دونوں جماعتیں آپ کو حق پر سمجھتی تھی جی ہاں نووی رحمہ اللہ نے حق فرمایا یہ بات محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی ہی بیان فرمادی تھی۔

عن أبي سعيد الخدري ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: تَمْرُقُ مارِقَةٌ عِنْدَ فُرْقَةٍ مِنَ المُسْلِمِينَ، يَقْتُلُها أوْلَى الطّائِفَتَيْنِ بالحَقّ

صحیح مسلم ح:2458

مفہوم حدیث: ابو سعید الخذری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مسلمانوں کے درمیان اختلاف ہو جائے گا تو ان (مسلمانوں کی دونوں اختلاف کرنے والی جماعتوں

)کے بیچ میں سے ایک گروہ نکلے گا اور اس گروہ کے ساتھ جو مسلمانوں کی جماعت لڑائی کرے گی وہ حق کے زیادہ قریب ہو گی۔

اس حدیث کا مزید واضح مفہوم صحیح ابن حبان وغیرہ کے اندر موجود ہے؛ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يكونُ في أمَّتي فِرقتانِ تمرُقُ بيْنَهما مارقةٌ تقتُلُها أَوْلى الطّائفتَيْنِ بالحقّ.

مفہوم حدیث: میری امت میں دو گروہ ہو جائینگے پھر ان دونوں گروہوں کے درمیان میں سے ایک الگ گروہ نکلے گا پھر اس (مسلمانوں کی دو جماعتوں کے بیچ سے) نکلنے والے (گروہ) سے جو مسلمان (جماعت) لڑائی کرے گی وہ حق کے زیادہ قریب ہو گی۔

(صحیح ابن حبان بترتیب بلبان الفارسی ح:6744•)

اسی طرح ابن حبان میں یہ الفاظ بھی ملتے ہیں

عن أبي سعيد الخدري أن نبي الله صلى اله عليه وسلم ذكر ناسا يكونون في فرقة من الناس سيماهم التحليق هم من شرار الناس أو هم من شر الخلق تقتلهم أدنى الطائفتين إلى الحق

رواہ ابن حبان ح:6749.

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کا تذکرہ کیا جو اس وقت پیدا ہوں گے جب لوگوں میں اختلاف ہو جائے گا آپ نے فرمایا ان کی نشانی ٹنڈ ہو گی وہ سب سے برے انسان ہیں یا وہ سب سے بری مخلوق ہیں (مسلمانوں کی) دو جماعتوں میں سے انہیں جو قتل کرے گا وہ حق کے زیادہ قریب ہو گا۔

مذکورہ اتفاقی صحیح احادیث سے پتہ چلا کہ ایک وقت آئے گا جس میں مسلمانوں کی دو جماعتیں ہو جائینگی؛ان دوجماعتوں سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعتیں ہیں۔جیسا کہ مذکورہ روایت کی وضاحت کرتے علامہ نووی رحمہ اللہ نے فرمایا:

افتراق يقع بين المسلمين ، وهو الافتراق الذي كان بين علي ومعاوية رضي الله عنهما.

یعنی:مسلمانوں کے بیچ میں ہونے والے اختلاف سے مراد حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے بیچ میں ہونے والا اختلاف ہے۔

جو گروہ ان کے بیچ سے نکلاوہ خوارج کا گروہ ہے

اسی طرح آپ نے فرمایا مسلمانوں کی دو جماعتوں میں سے جو جماعت اس الگ ہونے والے گروہ یعنی خوارج سے لڑائی کرے گی وہ حق کے زیادہ قریب ہو گی بنسبت دوسری جماعت کے اور خوارج سے لڑائی کرنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔جیسا کہ بخاری شریف میں وضاحت موجود ہے۔

يخرجون على حين فرقة من الناس ". قال أبو سعيد : فأشهد أني سمعت هذا الحديث من رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأشهد أن علي بن أبي طالب قاتلهم وأنا معه،

رواہ البخاری:ح:3610.

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں گواہی دیتاہوں کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس(مسلمانوں کے بیچ سے نکلنے والے تیسرے گروہ سے)لڑائی کی میں ان انکے ساتھ تھا۔

اھم ترین نوٹ:

اس حدیث سے پتہ چلا کہ اختلاف کرنے والی مسلمانوں کی دونوں جماعتیں حق پر ہونگیں بس فرق صرف اتناہو گا کہ ان میں سے ایک جماعت حق کے زیادہ قریب ہو گی اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ

کی جماعت ہے؛ جیسے ایک کمرے میں دو بندے کسی ٹیوب لائٹ کے سامنے بیٹھیں ایک قریب ہو اور دسرا کچھ دور ہو لیکن ہیں دونوں روشنی میں کوئی اندھیرے میں نہیں، نیز اس حدیث سے پتہ چلا کہ دونوں جماعتیں مسلمان اور مؤمن ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کی وضاحت میں فرمایا:

فهذا الحديث الصحيح دليل على ان كلا الطائفتين المقتتلتين على و اصحابه ومعاويه واصحابه علي حق وان عليا واصحابه كانوا اقرب الى الحق من معاوية و اصحابه.

(فتاوی ابن تیمیہ رحمہ اللہ ج4ص235)

یہ صحیح حدیث دلالت کرتی ہے کہ دونوں لڑنے والی جماعتیں یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی؛ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی دونوں حق پر ہیں۔ جبکہ علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی حق کے زیادہ قریب ہیں بمقابلہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے؛ لیکن ہیں دونوں حق پر۔

اسی طرح شیخ الاسلام نے فرمایا:

[الفتاوی/3/444]

قَدْ ثَبَتَ فِي الصَّحِيحِ عَنْ النَّبِيِّ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – أَنَّهُ قَالَ: «تَمْرُقُ مَارِقَةٌ عَلَى حِينِ فُرْقَةٍ مِنْ الْمُسْلِمِينَ تَقْتُلُهُمْ أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ» وَهَذَا الْحَدِيثُ يَتَضَمَّنُ ذِكْرَ الطَّوَائِفِ الثَّلَاثَةِ، وَيُبَيِّنُ أَنَّ الْمَارِقِينَ نَوْعٌ ثَالِثٌ لَيْسُوا مِنْ جِنْسِ أُولَئِكَ؛ فَإِنَّ طَائِفَةَ عَلِيٍّ أَوْلَى بِالْحَقِّ مِنْ طَائِفَةِ مُعَاوِيَةَ.

اس حدیث میں تین قسم کی جماعتوں کا تذکرہ ہے اور اس حدیث میں وضاحت ہے کہ مسلمانوں کی دو جماعتوں سے نکلنے والا تیسرا گروہ ان کی جنس سے نہیں ہے (یعنی حق پر نہیں جبکہ وہ دونوں مسلمانوں کی

جماعتیں حق پر ہیں) جبکہ یقینی طور پر علی رضی اللہ عنہ کی جماعت حق کے زیادہ تر قریب ہے ؛ بنسبت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت کے۔

معزز قارئین کرام ! یہ حدیث روافض اور نیم روافض افراد کے لیے لمحہ فکریہ ہے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دل میں کینہ ؛ دشمنی اور نفرت رکھتے ہیں اور انہیں دشمن حق تصور کرتے ہیں۔ نعوذ باللہ۔

اھم ترین نوٹ:

مذکورہ روایت اتفاقی صحیح ہے اور یہ روایت کتب شیعہ کے اندر بھی موجود ہے چنانچہ شیعہ معتبر ترین عالم باقر مجلسی بحار الانوار میں لکھتے ہیں:

وقد رواه الحميدي في الحديث الرابع من المتفق عليه من مسند ابی سعيد الخدري في حديث ذي الثدية وأصحابه الذين قتلهم علي بن أبي طالب بالنهروان قال : قال رسول اله صلى اله علىه وسلم : تمرق مارقة عند فرقة من المسلمين يقتلها أولى الطائفتين بالحق .

چوتھی متفق علیہ (اتفاقی صحیح) حدیث جس کو حمیدی نے روایت کیاہے مسند ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ سے اس حدیث میں میں پستان والے (خارجی) شخص اور ان کے ساتھیوں کا تذکرہ ہے جن کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نھروان جگہ پر قتل کیا تھارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں کے اختلاف کے وقت ایک گروہ مسلمانوں سے الگ ہو جائے گا اور جو جماعت اس گروہ سے لڑے گی وہ دونوں جماعتوں میں سے حق سے زیادہ قریب ہو گی۔

(بحار الانوار طبع جدید ج32 ص349 طبع قدیم ج32 ص310 المجلد السادس عشر)۔

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی عظیم کتاب (الملل والنحل)(3 / 77) پر فرماتے ہیں:

المجتهد المخطئ إذا قاتل على ما يرى أنه الحق قاصداً إلى الله تعالى بنيته غير عالم بأنه مخطئ فهو فئة باغية وإن كان مأجوراً ولا حد عليه إذا ترك القتال۔

مخطئ مجتھد جب کسی سے لڑائی کرے اس بنیاد پر کہ وہ اپنے کو حق پر تصور کرتا ہے اور اسکی نیت اللہ کی طرف (قربت) کا ارادہ ہو اور اسے پتا نہیں کہ وہ خطا پر ہے وہ باغی جماعت ہے اگر چہ وہ اس (بغاوت) والے عمل بھی ماجور ہیں اور جب وہ لڑائی کو چھوڑ دیں ان پر کوئی حد نہیں۔

مرزائی شبہ:

اس روایت میں یہ بھی ہے کہ عمار رضی اللہ عنہ انکو جنت کی طرف بلا رہا ہو گا وہ اسے آگ کی طرف۔

جواب شبہ:

اس جملے کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ عمار رضی اللہ عنہ انہیں جنت کی طرف بلا رہا ہے کیوں کہ عمار رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ واضح تھا کہ علی رضی اللہ عنہ حق پر ہیں۔ وہ انہیں آگ کی طرف بلا رہے تھے، مقصد یہ ہے کہ عمار کے سامنے حق واضح تھا اور جب انسان کے سامنے حق واضح ہو جائے پھر بھی حق کو چھوڑ کر جائے تو وہ اپنے آپ کو آگ کی طرف ہی لے جا رہا ہے۔ جبکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے لشکر کے سامنے یہ حق واضح نہیں تھا بلکہ وہ اپنے آپ کو ہی حق پر سمجھتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین سے فی الفور قصاص نہ لینے کی وجہ سے خطا پر تصور کرتے تھے۔

حدیث عمار رضی اللہ عنہ پر بحث کرتے ہوئے علامہ ابن حجر فرماتے ہیں:

فإن قيل : كان قتله بصفين وهو مع علي والذين قتلوه مع معاوية وكان معه جماعة من الصحابة فكيف يجوز عليهم الدعاء إلى النار ؟ فالجواب أنهم كانوا ظانين أنهم يدعون إلى الجنة، وهم مجتهدون لا لوم عليهم في اتباع ظنونهم، فالمراد بالدعاء إلى الجنة الدعاء إلى

سببها وهو طاعة الإمام، وكذلك كان عمار يدعوهم إلى طاعة علي وهو الإمام الواجب الطاعة إذ ذاك، وكانوا هم يدعون إلى خلاف ذلك لكنهم معذورون للتأويل الذي ظهر لهم.

اگر کہا جائے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت صفین کی جنگ میں ہوئی اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور جن لوگوں نے اسے قتل کیا وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور لشکر معاویہ میں صحابہ کی ایک جماعت بھی تھی۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ وہ آگ کی طرف بلارہے تھے؟؟

تو اس شبہے کا جواب یہی ہے کہ (معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ موجود دیگر صحابہ) کا گمان یہ تھا تھا کہ وہ جنت کی طرف بلارہے ہیں اور وہ مجتہد تھے تھے ان پر اس مسئلے میں اپنے افہام (اجتھادی سوچ) کی پیروی کرنے کی وجہ سے کوئی بھی ملامت نہیں۔

یہاں جنت کی طرف بلانے سے مراد جنت کے اسباب کی طرف بلانا ہے وہ یہ کہ علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت کریں کیونکہ اس وقت وہی واجب الاطاعت امام تھے، جبکہ باقی صحابہ اس کے خلاف کی طرف بلارہے تھے لیکن وہ سارے اس مسئلے میں معذور ہیں (یعنی اللہ کے ہاں انکا عذر مقبول ہے) (اجتہادی) توجیہ کی وجہ سے۔

معزز قارئین کرام!

ہم نے جو توجیہ بیان کی ہے وہی حق ہے کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں وہ صحابہ بھی تھے جن کے لیے باقاعدہ خصوصی طور پر جنت کا وعدہ کیا گیا ہے۔

جیسے وہ صحابہ جو صلح حدیبیہ میں شریک ہوئے جیسے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ یہ تو اس موقعہ پر پر رسول اللہ سلم کے خواص میں سے تھا۔ جیسا کہ (بخاری شریف:2732) کے اندر الفاظ ہیں

(وَجَعَلَ يُكَلِّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكُلَّمَا تَكَلَّمَ أَخَذَ بِلِحْيَتِهِ، وَالْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَائِمٌ عَلَى رَأْسِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ السَّيْفُ وَعَلَيْهِ الْمِغْفَرُ ، فَكُلَّمَا أَهْوَى عُرْوَةُ بِيَدِهِ إِلَى لِحْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَرَبَ يَدَهُ بِنَعْلِ السَّيْفِ وَقَالَ لَهُ : أَخِّرْ يَدَكَ عَنْ لِحْيَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

(روایت میں ہے کہ عروہ بن مسعود الثقفی کفار مکہ کا نمائندہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر گفتگو کرنے لگے اور گفتگو کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک پکڑ لیا کرتے تھے۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے تھے' تلوار لٹکائے ہوئے اور سر پر خود پہنے۔ عروہ جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کی طرف اپنا ہاتھ لے جاتے تو مغیرہ رضی اللہ عنہ تلوار کی کوتہی کو ان کے ہاتھ پر مارتے اور ان سے کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی سے اپنا ہاتھ الگ رکھ۔ عروہ رضی اللہ عنہ نے اپنا سر اٹھایا اور پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ مغیرہ بن شعبہ۔

صلح حدیبیہ کے شرکاء کیے لیے رب کا قرآن میں فیصلہ ہے۔

لَّقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا

یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے خوش ہو گیا جبکہ وہ درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے ان کے دلوں میں جو تھا اسے (اللہ) نے معلوم کر لیا اور ان پر اطمینان نازل فرمایا اور انہیں قریب کی فتح عنایت فرمائی.

الفتح18:

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

عن جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: أَخْبَرَتْنِي أُمُّ مُبَشِّرٍ، أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ عِنْدَ حَفْصَةَ: «لَا يَدْخُلُ النَّارَ، إِنْ شَاءَ اللهُ، مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ أَحَدٌ، الَّذِينَ بَايَعُوا تَحْتَهَا»

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ۔مجھے ام مبشر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خبر دی کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں یہ فرماتے ہوئے سنا،"ان شاء اللہ اصحاب شجرہ(درخت والوں) میں سے کوئی ایک بھی جس نے اس کے نیچے بیعت کی تھی جہنم میں داخل نہ ہوگا۔

مسلم:6404.

اس حدیث اور قرآن سے پتہ چلا کہ اھل بیعت رضوان سے اللہ ہمیشہ کے لیے راضی ہو گیا، انکے دلوں میں موجود سچا ایمان اللہ تعالی نے جان لیا،اور وہ کبھی جہنم میں داخل نہیں ہوں گے۔
اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ، معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھے۔
اور دیگر کئی بزرگ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اس لشکر میں موجود تھے جن کے لیے جنت کا وعدہ رب العالمین نے قرآن مقدس کے اندر کیاہے۔

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ

تمھیں کیا ہو گیا ہے جو تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ؟ دراصل آسمانوں اور زمینوں کی میراث کا مالک (تنہا) اللہ ہی ہے تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے پہلے فی سبیل اللہ دیا ہے اور قتال کیا ہے وہ

(دوسروں کے) برابر نہیں بلکہ ان کے بہت بڑے درجے ہیں جنہوں نے فتح کے بعد خیراتیں دیں اور جہاد کیے، ہاں بھلائی (جنت) کا وعدہ تو اللہ تعالیٰ کا ان سب سے ہے جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے اللہ خبر دار ہے۔

الحدید:10

اس آیت کے اندر الفاظ ہیں (وکلا وعد اللہ الحسنی) اللہ نے سب کے ساتھ حسنی کا وعدہ کیا ہے علماء فرماتے ہیں حسنی سے مراد جنت ہے.

کل کا لفظ تمام صحابہ کو شامل ہے۔

آخری التماس:

اللہ تعالی کی رحمت اتنی کشادہ ہے کہ ایک انسان غلط فہمی اور ان جانے میں کفریہ جملہ بھی ادا کر جاتا ہے تو اللہ تعالی اس کو بھی معاف کر سکتا ہے جیسا کہ بنی اسرائیل کا وہ شخص جس نے اپنے آپ کو جلوایا اور کہا تھا تھا (لئن قدر اللہ علی) اگر اللہ نے مجھ پہ قدرت رکھی تو بڑا سخت عذاب کرے گا۔

اس کا ذہن تھا کہ اگر میں نے اپنے آپ کو جلوا دیا تو اللہ تعالی مجھے دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے۔

اللہ کی قدرت کا انکار کفر ہے لیکن اس شخص نے غلط فہمی کی بنیاد پر یہ کام کیا تھا کیونکہ شاید اس کو اللہ تعالی کی قدیر صفت کا علم نہیں تھا، لیکن پھر بھی اللہ تعالی اسے معاف فرما دیا۔

دیکھیں بخاری:7506.

معزز قارئین!

آپ کا کیا خیال ہے ؟؟اس امت محمدیہ کے افضل طبقہ، صحابہ کے بارے میں جن کے جنتی ہونے کا اللہ نے پہلے ہی تذکرہ فرما دیا ہے اللہ انہیں اجتھادی خطاء در گزر نہیں کرے گا؟؟

خدارا صحابہ پر تعین کر کے اپنے آپ کو قیامت کے دن رسوا نہ بنائیں۔

نوٹ:

اس حوالے ایک حدیث پیش کی جاتی ہے کہ عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والا اور اسکا سلب لینے والا جھنمی ہے وہ روایت ضعیف ہے.

(عمار کا قاتل جہنمی) حدیث کی تحقیق اور مرزا کے باطل استدلال کا رد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کہ آپ نے فرمایا:

(قاتل عمار وسالبہ فی النار)

عمار کو قتل کرنے والا اور اس کے سامان کو چھیننے والا آگ میں جائے گا۔

اس روایت کی تمام اسناد ضعیف ہیں۔

لیکن کچھ علماء اس روایت کو صحیح سمجھتے ہیں اور قاتل صحابی رسول رسول صلی اللہ وسلم وسلم ابو غادیہ رضی اللہ عنہ کو قرار دیتے ہیں انکانام یسار بن سبع تھا۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس روایت کی تمام اسناد ضعیف ہیں اس روایت کی مختلف کتابوں کے اندر چار کے قریب اسناد موجود ہیں اس روایت پر بحث کرتے محدث، علامہ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جس روایت میں آیا ہے کہ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والا اور سامان چھیننے والا جھنم میں ہے، اس کی تخریج و تحقیق درج ذیل ہے۔

(1)لیث بن أبي سلیم عن مجاھد عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ.......الخ

ثلاثۃ مجالس من الامالی لابی محمد المخلدی، 2.1/75،السلسلۃ الصحیحۃ 18/5 الآحاد و المثانی لابن ابی عاصم (2/102ح803)

یہ سند ضعیف ہے۔ لیث بن ابی سلیم جمہور کے نزدیک ضعیف راوی ہے، بوصیری نے کہا: جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (زوائد ابن ماجہ: 208/230)، ابن الملقن نے کہا: وہ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔ (خلاصۃ البر المنیر: 78، البر المنیر: 104/2) امام نسائی نے فرمایا: ضعیف کوفی (کتاب الضعفاء: 511)

(اس روایت کی دو سندیں مزید شیخ نے ذکر کیں اور انکے بارے میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں)

2: المعتمر بن سلیمان التیمی عن أبیہ عن مجاھد عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔۔۔ إلخ (المستدرک للحاکم 378/3 ح 5661 و قال الذہبی فی التلخیص: علیٰ شرط البخاری و مسلم)

یہ سند سلیمان بن طرخان التیمی کے "عن" کی وجہ سے ضعیف ہے۔ سلیمان التیمی مدلس تھے۔ دیکھئے جامع التحصیل (ص 106) کتاب المدلسین لابی زرعۃ ابن العراقی (24) اسماء من عرف بالتدلیس للسیوطی (20) التبیین لأسماء المدلسین للحلبی (ص 29) قصیدۃ المقدسی و طبقات المدلسین للعسقلانی (2/52) امام یحیٰ بن معین نے فرمایا: "سلیمان التیمی تدلیس کرتے تھے۔" (تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری: 3600)

امام ابن معین کی اس تصریح کے بعد سلیمان التیمی کو طبقۂ ثانیہ یا اولیٰ میں ذکر کرنا غلط ہے بلکہ حق یہ ہے کہ وہ طبقۂ ثالثہ کے مدلس ہیں لہٰذا اس روایت کو" صحیح علیٰ شرط الشیخین" نہیں کہا جا سکتا۔

3: أبو حفص و کلثوم عن أبي غادیۃ قال۔۔۔۔۔ فقیل قتلت عمار بن یاسر و أخبر عمرو بن العاص فقال: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: إن قاتلہ و سالبہ فی النار۔۔۔ إلخ" (طبقات ابن سعد: 3/261 و اللفظ لہ، مسند احمد 4/198، الصحیحۃ:5/19)

اس روایت کے بارے میں شیخ البانی نے کہا:" وھٰذا أسناد صحیح، رجالہ ثقات رجال مسلم۔۔۔"

عرض یہ ہے کہ ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ تک اس سند کے صحیح ہونے کا مطلب نہیں ہے کہ " قاتلہ و سالبہ فی النار" والی روایت بھی صحیح ہے۔

ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:"فقیل۔۔۔ إلخ" پس کہا گیا کہ تو نے عمار بن یاسر کو قتل کیا ہے۔ اور عمرو بن العاص کو یہ خبر پہنچی ہے تو انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: بے شک اس (عمار) کا قاتل اور سامان لوٹنے والا آگ میں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس روایت کا راوی "فقیل" کا فاعل ہے جو نامعلوم (مجہول) ہے۔ راوی اگر مجہول ہو تو روایت ضعیف ہوتی ہے لہٰذا یہ "فی النار" والی روایت بلحاظِ سند ضعیف ہے۔ "إسنادہ صحیح" نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ سے روایت دو راوی بیان کر رہے ہیں: (ا) ابو حفص: مجہول (ب) کلثوم بن جبر: ثقہ

امام حماد بن سلمہ رحمہ اللہ نے یہ وضاحت نہیں فرمائی کہ انھوں نے کس راوی کے الفاظ بیان کئے ہیں؟ ابو حفص (مجہول) کے یا کلثوم بن جبر (ثقہ) کے اور اس بات کی بھی کوئی صراحت نہیں ہے کہ کیا دونوں راویوں کے الفاظ من و عن ایک ہی ہیں یا ان میں اختلاف ہے۔

انتھی کلام الشیخ زبیر رحمۃ اللہ علیہ۔

اہم ترین وضاحت:

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی ذکر کردہ اس طبقات ابن سعد اور مسند احمد والی سند نمبر تین کے بارے میں علامہ، محدث ذھبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "روی حماد بن سلمة عن كلثوم عن أبي الغادية ثم ساق الحديث، و قال رحمه الله "إسناده فيه انقطاع"

پوری حدیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں اس میں انقطاع ہے۔

(سیر أعلام النبلاء2/544)

جس انقطاع کی طرف ذھبی نے اشارہ کیا ہے اسکی یہ مندرجہ ذیل صورت بھی ہو سکتی ہے۔

اس روایت میں جملہ ہے (فاخبر عمرو) حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو خبر دی گئی سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کا گیا ہے۔

سوال یہ ہے یہ جملہ کہنے والا کون ہے؟؟

گویا کہ ذھبی رحمہ اللہ کا اشارہ اس طرف ہے کہ یہ جملہ کہنے والا کلثوم بن جبر ہے۔یعنی کلثوم بن جبر کہہ رہے ہینکہ عمرو رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا کہ عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کیا گیا ہے تو اس وقت عمرو رضی اللہ عنہ فرمایا: قاتل عمار۔۔۔۔۔الخ

اور کلثوم بن جبر کا جابر رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں لھذا سند منقطع ہے.

اھم ترین نوٹ:

اس حوالے سے جو طبقات ابن سعد کا متن ہے وہ سخت ترین معلول ہے۔اس میں دو علتیں ہیں۔

پہلی علت:

اس مذکورہ روایت کے حوالے سے طبقات ابن سعد کے الفاظ ہیں (قتلت عمارا بن یاسر) تم نے عمار بن یاسر کو قتل کیا ہے۔ جبکہ مسند احمد میں امام احمد نے یہ الفاظ ذکر نہیں کیے بلکہ وہاں الفاظ ہیں (قتل عمار

بن یاسر) عمار کو قتل کر دیا گیا ہے۔(مسند احمد /17776) یعنی مسند احمد اور ابن سعد کے متن میں ٹکراؤ ہے، جبکہ سند ایک ہی ہے۔

دونوں جملوں کے مفہوم میں بڑا فرق ہے۔

مسند میں ہے عمار کو قتل کر دیا گیا ہے یعنی قاتل کا پتہ نہیں جبکہ دوسری روایت کے مطابق قاتل ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

تو ٹکراؤ کی صورت میں بھی ترجیح مسند احمد والی روایت کو ہو گی کیونکہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، ابن سعد رحمہ اللہ سے کئی گناہ زیادہ احفظ، اور اوثق ہے لھذا طبقات ابن سعد کا متن بھی معلول ہے۔

حافظ ابن حجر التقریب میں احمد بن حنبل کے ترجمے میں کہتے ہیں«**أحد الأئمة ثقة حافظ فقيه حجة**»

اور ابن سعد کے ترجمے میں فرماتے ہیں « صدوق فاضل »

دونوں شخصیتوں کا فرق واضح ہے۔

دوسری علت قادحہ:

ابن سعد کے اندر الفاظ ہیں ابوغادیہ کہتے ہیں کہ«**سمعت عمار بن ياسر يقع في عثمان يشتمه بالمدينة قال: فتوعدته بالقتل قلت: لئن أمكنني الله منك لأفعلن** ...۔الخ

میں نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو سنا وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو گالیاں دے رہا تھا مدینہ کے اندر۔

اب آپ بتائیں کہ خلیفہ برحق سیدنا امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کو عمار رضی اللہ عنہ گالیاں کیسے دے سکتے ہیں؟؟

یہ بھی قادح نکارت موجود ہے اس متن میں۔

اس روایت کی ایک اور بھی سند بھی ہیں لیکن وہ بھی ضعیف ہیں۔

سند نمبر:(4)

القاسم بن الليث الرسعني بتنيس وعبد الصمد بن عبد الله الدمشقي قال ثنا هشام بن عمار ثنا سعيد بن يحيى حدثنا الحسن بن دينار عن كلثوم بن جبر المرادي عن أبي الغادية قال: سمعت رسول الله (يقول: قاتل عمار في النار وهوالذي قتل عمار۔

رواہ ابن أبي حاتم في العلل(2/ 421رقم الاثر:2769)وابن عدي في الکامل(3/ 123).

ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وهذا الحديث لا يعرف إلا بالحسن بن دينار من هذا الطريق أبوالغادية اسمه يسار بن سبع.

اس روایت کو نہیں جانا جاتا مگر حسن بن دینار کی اس سند کے ساتھ۔

اور حسن بن دینار سخت ضعیف ترین راوی ہے۔

اسکے بارے میں ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: متروک الحدیث۔

(العلل لابن ابی حاتم ج6ص233رقم المسلسل:2479)

ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب المجروحین(ج1ص206الرقم:206)میں ذکر کرتے ہیں اور کئی محدثین کے اقوال ذکر کرتے ہیں جو اسے مردود کہتے ہیں ان میں سے یحیٰ بن معین بھی ہیں۔

عقیلی اس کو ضعفاء میں ذکر فرماتے ہیں اور ابن مبارک اور وکیع رحمہم اللہ کے اقوال نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے اس کی روایت کو ترک کر دیا۔

(الضعفاء:1ص271)۔

اسی طرح ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اسے الضعفاء میں ذکر کیا ہے۔

اسی طرح دیگر محدثین مثلاً ابو داؤد، نسائی، فلاس، ابو خیثمہ رحمھم اللہ نے بھی اسکی سخت جرح کی ہے۔
(تفصیل کے لیے لسان المیزان اور تھذیب الکمال وغیرہ دیکھیں).
خلاصہ کلام یہ ہے کہ عمار رضی اللہ عنہ کا قاتل آگ میں ہے یہ روایت اپنی تمام اسناد کے ساتھ ضعیف اور مردود ہے۔

سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا قاتل کون؟

اس حوالے سے کچھ علماء کا خیال ہے کہ وہ ابوغادیہ رضی اللہ عنہ تھا۔
لیکن صحیح موقف یہ ہے کہ اس کے بارے میں کوئی حتمی معلومات نہیں ہے۔
جیسا کہ مسند احمد میں صحیح سند کے ساتھ ایک روایت ہے حدیث نمبر (6538 دوسرا نسخہ 6929)
جناب حنظلہ بن خولید عنبری کہتے ہیں کہ؛
بَيْنَمَا أَنَا عِنْدَ مُعَاوِيَةَ، إِذْ جَاءَهُ رَجُلَانِ يَخْتَصِمَانِ فِي رَأْسِ عَمَّارٍ، يَقُولُ: كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنَا قَتَلْتُهُ.

میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا جب دو بندے جھگڑا کرتے ہوئے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے دونوں میں سے ہر ایک کا دعوی یہ تھا کہ میں نے سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کو شہید کیا ہے۔
مذکورہ روایت پر غور کیا جائے تو تین صورتیں ہیں، وکیل صحابہ ابو یحییٰ صاحب لکھتے ہیں:
(اب دو صورتیں ہو سکتی ہیں؛
:ان دونوں میں سے ایک سیدنا ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ ہونگے۔
:یہ دونوں دعویدار کوئی اور ہونگے۔

اگر یہ دونوں کوئی اور ہیں تو پھر سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کے قتل کا دعوی کرنے والے تین لوگ ہوئے،اور اگر یہ مان لیا جائے کہ ان دونوں میں سے ایک ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ تھے اور دوسرا کوئی اور تھا تو پھر بھی کم از کم دو لوگ دعویدار ہیں اس بات کہ ہم نے سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے،اب اس صورتِ حال میں کیسے حتمی اور یقینی طور پر کہی جاسکتی ہے کہ قاتلِ عمار ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ ہی ہیں؟اب ظاہر ہے کہ جنگ کے موقع پر کسی کے پاس اتنا اطمینان نہیں ہوتا کہ کوئی بندہ یقینی طور پر یہ دعوی کرے کہ میرا تیر ہی اس کو لگا اور وہ میرے تیر کی وجہ سے ہی فوت ہوا،کیونکہ ہر طرف سے تو تیر آرہے ہوتے ہیں،جب کہ دوسرا شخص بھی یہی دعوی کرتا ہے کہ میرے تیر کی وجہ سے قتل ہوئے ہیں،اب تین یا کم از کم دو بندے دعویدار ہیں ان میں سے آپ کسی ایک کے بارے میں یقینی اور حتمی طور پر کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہی قاتل ہے؟ہم اس صحیح حدیث کی وجہ سے اس بات کو نہیں مانتے کہ سیدنا ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ ہی یقینی اور حتمی طور پر قاتلِ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ ہیں۔جب ایسا نہیں کیا جاسکتا تو وہ وعید کہ جس میں ہے کہ عمار کا قاتل اور اس کا مال لوٹنے والا جہنم میں جائے گا سیدنا ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ پر فٹ نہیں کی جاسکتی)

انتھی کلام الشیخ حفظہ اللہ تعالیٰ۔

باقی ابن سعد وغیرہ کے اندر موجود وہ روایت سنداً ضعیف ہے اور متناً بھی معلل ہے اس میں ابن سعد نے امام احمد کی مخالفت کی ہے جس میں ہے کہ ابو غادیہ رضی اللہ عنہ کو کہا گیا تم نے قتل کیا ہے۔اس روایت کی سند اور متن کے حوالے تفصیلی بحث آغاز میں گزرا۔

نوٹ:

اس حوالے سے طبرانی الکبیر 364/22 (زوائد المسند 76/4)

وغیرہ میں ایک روایت موجود ہے جس میں اشارہ موجود ہے کہ ابو غادیہ رضی اللہ عنہ نے عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا لیکن وہ سند بھی صحیح نہیں۔

اس روایت میں سب سے بڑی علت یہ ہے کہ اس میں

عبد الأعلی بن عبد اللہ بن عامر بن کریز القرشی۔ نامی راوی موجود ہے لیکن وہ مجہول ہے ان کے بارے میں کوئی جرح وتعدیل نہیں ملتی۔

امام بخاری نے (التاریخ الکبیر 6 ص 71 رقم الترجمة=1742) میں اور ابو حاتم الرازی نے (ج6 ص 27 الجرح والتعدیل) میں ان کا صرف تذکرہ کیا اور کوئی جرح وتعدیل نہیں کی۔

اھم ترین نوٹ: کئی علماء کی رائے کے مطابق ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ بیعت رضوان میں شریک ہوئے تھے۔ جیسا کہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

«من وجوه العرب وفرسان أهل الشام يقال شهد الحديبية وله أحاديث مسندة» (ج2ص544)

عرب کے بڑے افراد میں سے تھے اہل شام کے گھڑ سواروں میں سے تھے، کہا گیا کہ وہ صلح حدیبیہ میں شریک ہوئے تھے اور اس سے مروی کئی مسند احادیث ہیں۔

صلح حدیبیہ کے شرکاء کیے لیے رب کا قرآن میں فیصلہ ہے۔

لَّقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا

یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے خوش ہو گیا جبکہ وہ درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے ان کے دلوں میں جو تھا اسے (اللہ) نے معلوم کر لیا اور ان پر اطمینان نازل فرمایا اور انہیں قریب کی فتح عنایت فرمائی.

الفتح:18

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

عن جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: أَخْبَرَتْنِي أُمُّ مُبَشِّرٍ، أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ عِنْدَ حَفْصَةَ: «لَا يَدْخُلُ النَّارَ، إِنْ شَاءَ اللهُ، مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ أَحَدٌ، الَّذِينَ بَايَعُوا تَحْتَهَا»

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ۔مجھے ام مبشر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خبر دی کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں یہ فرماتے ہوئے سنا، "ان شاء اللہ اصحاب شجرہ (درخت والوں) میں سے کوئی ایک بھی جس نے اس کے نیچے بیعت کی تھی جہنم میں داخل نہ ہو گا۔

مسلم:6404

اس حدیث اور قرآن سے پتہ چلا کہ اھل بیعت رضوان سے اللہ ہمیشہ کے لیے راضی ہو گیا، انکے دلوں میں موجود سچا ایمان اللہ تعالی نے جان لیا، اور وہ کبھی جہنم میں داخل نہیں ہوں گے۔

چنانچہ محقق اہل حدیث نور پوری حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

(اسی طرح جو علماء سیدنا ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ کو قاتل عمار رضی اللہ عنہ سمجھتے ہیں (علامہ البانی رحمہ اللہ کے علاوہ (دیگر اور بھی) ان کا بھی یہ موقف ہے کہ سیدنا ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ کی اگرچہ یہ غلطی ہے لیکن بیعتِ رضوان شریک ہونے کی وجہ سے اللہ نے اس وقت بشارت دی اس بشارت کی وجہ سے یہ غلطی ختم اور معاف ہو جائے گی، ہم نے اپنا موقف صحیح احادیث کی روشنی میں بیان کر دیا ہے)

نوٹ:

سلف میں سے کچھ علماء اگرچہ یہ مؤقف رکھتے تھے کہ حضرت عمار کا قاتل ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ ہے لیکن سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو جنگِ صفین میں شہید کرنا ان کی اجتہادی خطا ہے اس بات کی طرف حافظ ابن حجر العسقلانی نے دیکھئے الاصابۃ(151/4ت 881، ابو الغادیۃ الجہنی)

اسی طرح دیگر کئی علماء کے اقوال موجود ہیں۔

جب اجتھادی خطاء ہے تو اللہ کی بخشش بہت کشادہ ہے، ابو غادیہ رضی اللہ عنہ کو اللہ کی رحمت اور بخشش سے محروم کرنے والا مرزا کون ہو سکتا ہے؟؟

کیا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکومت میں عدل اور تقوی کا فقدان تھا؟

مرزا اور اسکے حواری دلیل دیتے ہیں:

حَدَّثَنَا رَوْحٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُمَيَّةَ عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: سَمِعْتُ جَدِّي يُحَدِّثُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ أَخَذَ الْإِدَاوَةَ بَعْدَ أَبِي هُرَيْرَةَ يَتْبَعُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَا، وَاشْتَكَى أَبُو هُرَيْرَةَ فَبَيْنَا هُوَ يُوَضِّئُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رَفَعَ رَأْسَهُ إِلَيْهِ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ، فَقَالَ: ((يَا مُعَاوِيَةُ! إِنْ وُلِّيتَ أَمْرًا فَاتَّقِ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ وَاعْدِلْ۔)) قَالَ: فَمَا زِلْتُ أَظُنُّ أَنِّي مُبْتَلًى بِعَمَلٍ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حَتَّى ابْتُلِيتُ۔

ابو امیہ عمرو بن یحییٰ بن سعید کہتے ہیں: میں نے اپنے دادا سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیمار پڑ گئے تھے اور ان کے بعد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے وضو کا برتن سنبھال لیا اور وہ برتن لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہنے لگے، ایک دن وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وضو کرا رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دو دفعہ اپنا سر مبارک ان کی طرف اٹھایا اور فرمایا: معاویہ! اگر تجھے حکومت ملے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور عدل کا دامن تھامے

رکھنا۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس بات کے پیش نظر مجھے یقین تھا کہ مجھے حکومت کے معاملے میں آزمایا جائے گا، بالآخر یہی ہوا۔

(مسند احمد: ۱۷۰۵۷/12411)

مرزا جہلمی اور اس کے حواری اس حدیث سے غلط استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عنہ کی امارت کے اندر عدل اور تقوی کا فقدان تھا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یہ وصیت کی تھی۔

اولا:

اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

علامہ شعیب ارناؤوط رحمہ اللہ بھی اس کو منقطع کہتے ہیں اور علت یہ بیان کرتے ہینکہ عمرو کے دادا سعید کا معاویہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔

ثانیاً:

مرزااور ان کے حواریوں کا یہ طفلانہ استدلال لائق تعجب ہے حالانکہ کسی کو وصیت کرنے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اس کو تلقین کرنا ان کاموں کو مزید مضبوطی کے ساتھ پکڑلے۔

قرآن میں اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہاہے (یاایھاالنبي اتق اللہ ولا تطع الکافرین والمنافقین)

اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ تقوی اختیار کریں اور کافروں اور منافقوں کا کبھی کہنانہ مانیں۔

معاذاللہ کیااب کوئی کہ سکتاہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر تقوی نہیں تھا تبھی اللہ نے انہیں تقوی کا حکم دیاہے؟؟

اسی طرح اہل ایمان کو بھی کہا گیا ہے۔ یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ... اے اہل ایمان تم اللہ کی تقوی اختیار کرو۔۔۔۔۔

کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے اس ٹائم جب یہ آیت نازل ہوئی کسی اہل ایمان یعنی صحابہ کے دلوں میں تقوی نہیں تھا

اس وجہ سے اللہ نے انہیں تقوی اختیار کرنے کا حکم ہے؟؟؟

ہر گز نہیں کہہ سکتا یہاں صرف تلقین کرنا اور تقوی پہ مضبوطی کے ساتھ کاربند رہنے کا حکم ہے اسی طرح معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا ہے۔

یاد رہے اس طرح کی وصیتیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے تمام تر صحابہ کو کی تھیں اس کے لیے احادیث میں سینکڑوں مثال موجود ہیں بلکہ آپ اکثر خطبوں میں فرمایا کرتے تھے (اوصیکم بتقوی اللہ) میں تم سب کو تقوی کی وصیت کرتا ہوں ہو۔

ثالثاً:

اگر اس روایت کو صحیح مانا جائے تو حقیقت میں معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر دلیل ہے کیوں کہ اس طرح کی مبارک نصیحت و وصیت عموماً خیر خواہی کی نیت سے اپنے پیاروں کو ہی کی جاتی ہے۔ جیسا کہ قرآن مقدس کے اندر یعقوب علیہ الصلاۃ والسلام کی وصیت اپنے بیٹوں کے لیے موجود ہے۔

رابعاً:

معاویہ رضی اللہ عنہ کا عدل اور فیصلے انتہائی عادلانہ اور معیاری ہوتے تھے جلیل القدر صحابی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

قال سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه : " ما رأيتُ أحدًا بعد عثمان أقضى بحق من صاحب هذا الباب " يعني معاوية۔

مفہوم: حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو معاویہ سے زیادہ حق والا فیصلہ کر سکتا ہو۔

سیر اعلام النبلاء ج4 ص306 ذکرہ ابن عساکر رحمہ اللہ فی تاریخہ بسندہ الی اللیث ج59 ص161

سند کے رواۃ پر کلام پیش ہے۔

(1) لیث بن سعد۔ قال عنہ الحافظ: ثقۃ ثبت امام مشہور (التقریب ت5684 ص519)

(2) بکیر بن عبد اللہ بن الاشج۔ قال عنہ الحافظ: ثقۃ (التقریب ت760 ص102)

(3) بسر بن سعید۔ قال الحافظ: ثقۃ جلیل (التقریب ت666 ص96).

نوٹ:

اس قول کے اندر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی فضیلت بیان ہوئی کیوں کہ حق پرستی کے حوالے سے ان کے فیصلے ان کی فضیلت پر واضح دلیل ہیں اور یہ گواہی آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے پیارے اور جنتی صحابی حضرت سعد رضی اللہ عنہ دے رہے ہیں۔

کیا معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں حرام ہوتے تھے؟

نیز کیا معاویہ رضی اللہ عنہ حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت پر خوش ہوئے

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدٍ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ عَنْ بَحِيرٍ عَنْ خَالِدٍ قَالَ وَفَدَ الْمِقْدَامُ بْنُ مَعْدِي كَرِبَ وَعَمْرُو بْنُ الْأَسْوَدِ وَرَجُلٌ مِنْ بَنِي أَسَدٍ مِنْ أَهْلِ قِنَّسْرِينَ إِلَى مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ لِلْمِقْدَامِ أَعَلِمْتَ أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ تُوُفِّيَ فَرَجَّعَ

الْمِقْدَامُ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ أَتَرَاهَا مُصِيبَةً قَالَ لَهُ وَلِمَ لَا أَرَاهَا مُصِيبَةً وَقَدْ وَضَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حِجْرِهِ فَقَالَ هَذَا مِنِّي وَحُسَيْنٌ مِنْ عَلِيٍّ فَقَالَ الْأَسَدِيُّ جَمْرَةٌ أَطْفَأَهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ فَقَالَ الْمِقْدَامُ أَمَّا أَنَا فَلَا أَبْرَحُ الْيَوْمَ حَتَّى أُغَيِّظَكَ وَأُسْمِعَكَ مَا تَكْرَهُ ثُمَّ قَالَ يَا مُعَاوِيَةُ إِنَّ أَنَا صَدَقْتُ فَصَدِّقْنِي وَإِنْ أَنَا كَذَبْتُ فَكَذِّبْنِي قَالَ أَفْعَلُ قَالَ فَأَنْشُدُكَ بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ لُبْسِ الذَّهَبِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَنْشُدُكَ بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَنْشُدُكَ بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ لُبْسِ جُلُودِ السِّبَاعِ وَالرُّكُوبِ عَلَيْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَوَاللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُ هَذَا كُلَّهُ فِي بَيْتِكَ يَا مُعَاوِيَةُ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ قَدْ عَلِمْتُ أَنِّي لَنْ أَنْجُوَ مِنْكَ يَا مِقْدَامُ قَالَ خَالِدٌ فَأَمَرَ لَهُ مُعَاوِيَةُ بِمَا لَمْ يَأْمُرْ لِصَاحِبَيْهِ وَفَرَضَ لِابْنِهِ فِي الْمِائَتَيْنِ فَفَرَّقَهَا الْمِقْدَامُ فِي أَصْحَابِهِ قَالَ وَلَمْ يُعْطِ الْأَسَدِيُّ أَحَدًا شَيْئًا مِمَّا أَخَذَ فَبَلَغَ ذَلِكَ مُعَاوِيَةُ فَقَالَ أَمَّا الْمِقْدَامُ فَرَجُلٌ كَرِيمٌ بَسَطَ يَدَهُ وَأَمَّا الْأَسَدِيُّ فَرَجُلٌ حَسَنُ الْإِمْسَاكِ لِشَيْئِهِ۔

رواہ ابوداؤد: 4131 واحمد

مقدام بن معدی کرب، عمرو بن اسود اور بنی اسد کے قنسرین کے رہنے والے ایک شخص معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے پاس آئے، تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے مقدام سے کہا: کیا آپ کو خبر ہے کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا انتقال ہو گیا؟ مقدام نے یہ سن کر «انا للہ وانا الیہ راجعون» پڑھا تو ان میں سے ایک شخص نے کہا: کیا آپ اسے کوئی مصیبت سمجھتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: میں اسے مصیبت کیوں نہ سمجھوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی گود میں بٹھایا، اور فرمایا: یہ میرے مشابہ ہے اور حسین علی کے، یہ سن کر اسدی نے کہا: ایک انگارہ تھا جسے اللہ نے بجھا دیا تو مقدام نے کہا: آج میں آپ کو ناپسندیدہ بات سنائے، اور ناراض کئے بغیر نہیں رہ سکتا، پھر انہوں نے کہا: معاویہ! اگر میں سچ

کہوں تو میری تصدیق کریں، اور اگر میں جھوٹ کہوں تو جھٹلا دیں، معاویہ بولے: میں ایسا ہی کروں گا۔ مقدام نے کہا: میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے پوچھتا ہوں: کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونا پہننے سے منع فرمایا ہے؟ معاویہ نے کہا: ہاں۔ پھر کہا: میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے پوچھتا ہوں: کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشمی کپڑا پہننے سے منع فرمایا ہے؟ کہا: ہاں معلوم ہے، پھر کہا: میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے پوچھتا ہوں: کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درندوں کی کھال پہننے اور اس پر سوار ہونے سے منع فرمایا ہے؟ کہا: ہاں معلوم ہے۔ تو انہوں نے کہا: معاویہ! قسم اللہ کی میں یہ ساری چیزیں آپ کے گھر میں دیکھ رہا ہوں؟ تو معاویہ نے کہا: مقدام! مجھے معلوم تھا کہ میں تمہاری نکتہ چینیوں سے بچ نہ سکوں گا۔ خالد کہتے ہیں: پھر معاویہ نے مقدام کو اتنا مال دینے کا حکم دیا جتنا ان کے اور دونوں ساتھیوں کو نہیں دیا تھا اور ان کے بیٹے کا حصہ دو سو والوں میں مقرر کیا، مقدام نے وہ سارا مال اپنے ساتھیوں میں بانٹ دیا، اسدی نے اپنے مال میں سے کسی کو کچھ نہ دیا، یہ خبر معاویہ کو پہنچی تو انہوں نے کہا: مقدام سخی آدمی ہیں جو اپنا ہاتھ کھلا رکھتے ہیں، اور اسدی اپنی چیزیں اچھی طرح روکنے والے آدمی ہیں۔

پہلی بات:

یہ روایت سند کے اعتبار سے سخت ضعیف ہے۔

اس روایت میں بقیہ بن ولید ہے اس کی روایت کو قبول کرنے کے لیے علماء نے پانچ شروط کا ذکر کیا ہے جیسا کہ جرح تعدیل کے عظیم عربی عالم الشیخ عبد اللہ السعد اپنی کتاب الجرح والتعدیل میں اور الابانۃ کی انتہائی عظیم ترین، اور جامع ترین مقدمے میں بقیہ کے حوالے سے ان پانچ اصولوں کو بیان فرماتے ہیں، ہم اپنی ترتیب کے ساتھ ان اصولوں کو ذکر کرتے ہوئے ان پر تفصیلی کلام کرتے ہیں.

اولا:

شیخ السعد فرماتے ہیں:

أن يكون الراوي عنه ثقة متيقِّظاً ويستحسن أن لا يكون حمصياً وذلك أن بقية قد يروي عن آخر ولا يصرح بالتحديث فيرويه الراوي عنه على أن بقية صرح بالتحديث بينه وبين شيخه وبقية لم يفعل ذلك وهذا إما أن يفعله الراوي عن بقية تعمّداً أو غفلة.

بقیہ سے بیاں کرنے والا ہوشیار (چکنہ) ثقہ راوی ہو اور مستحسن یہی ہے کہ وہ راوی حمصی نہ ہو کیونکہ بقیہ کبھی تصریح سماع کے بغیر روایت کرتا ہے اور اس سے سننے والا (حمصی راوی) اس کو تصریح سماع سے روایت کر دیتا ہے حالانکہ بقیہ نے تصریح سماع نہیں کیا ہو تا بقیہ سے بیان کرنے والا راوی یہ عمل یا تو جان بوجھ کر کرتا ہے یا غفلت کے بنیاد پر.

معزز قارئین کرام!

موجودہ روایت کو بقیۃ اھل حمص سے ہی بیان کر رہے ہیں اور اھل حمص سے بقیہ کی روایات کے بارے میں اصول آپ نے پڑھا کہ، ظاہر اسماع کی صراحت ہو پھر بھی روایت مردود سمجھی جائے گی کیونکہ اھل حمص صیغہ تصریح سماع اور غیر تصریح میں فرق نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ محدث ابوزرعہ الرازی رحمہ اللہ کا فرمان موجود ہے جب ان سے اس سند کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیسی ہے؟

رواه أبو تقي قال: ثني بقية قال حدثني عبد العزيز بن أبي رواد عن نافع عن ابن عمر قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم : " لا تبدءوا بالكلام قبل السلام فمن بدأ بالكلام قبل السلام فلا تجيبوه ".

اس سند میں بقیہ نے (حدثنی) کہا ہے۔

لیکن اس سند کے بارے میں ابوزرعہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قال أبو زرعة: هذا حديث ليس له أصل ، لم يسمع بقية هذا الحديث من عبد العزيز إنما هو عن أهل حمص وأهل حمص لا يميزون هذا.

(العلل لابن ابی حاتم الرازی رحمہ اللہ 2/ 331-332/ دوسرا نسخہ ج6 ص2527 مسئلہ نمبر:2517 علل واخبار رویت فی الآداب والطب)

اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے، کیونکہ بقیہ نے اس حدیث کو عبد العزیز سے نہیں سنا، بیشک اسکی یہ روایت اھل حمص سے ہے اور اھل حمص صیغہ سماع کی تمیز نہیں کرتے (یعنی اھل حمص جب روایت کرتے ہیں تو عدم سماع کے لیے بھی سماع والے صیغے ذکر کر دیتے ہیں).

ثانیاً:

شیخ السعد فرماتے ہیں:

إذا صرّح بينه وبين شيخه بالتحديث۔

اپنے شیخ سے تصریح سماع کرے اور یہاں وہ نہیں ہے

اگرچہ مسند احمد میں وہ موجود ہے لیکن بے فائدہ ہے کیونکہ وہاں بھی اس سے بیان کرنے والا عثمان الحمصی راوی ہی ہے اور اھل حمص کا بقیہ سے تصریح سماع بھی مردود ہے۔

ثالثاً:

شیخ السعد فرماتے ہیں:

إذا صرّح بالتحديث بين شيخه وشيخ شيخه لأنه أحياناً يدلّس تدليس التسوية.

اس کی روایت اس وقت قبول ہوگی جب وہ اپنے شیخ اور شیخ کے شیخ کے درمیان صیغہ تصریح سماع ذکر کرے۔ (اور آگے پوری سند میں تصریح سماع ہو) کیونکہ وہ کبھی کبھار تدلیس تسویہ بھی کرتا تھا۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کے بقیہ تدلیس تسویہ کرتا تھا تدلیس تسویہ کا مقصد یہ ہے کہ کوئی راوی ایک روایت اپنے ثقہ استاد سے سنے اور اس نے وہ روایت ضعیف سے سنی ہو اور اس ضعیف کا استاد ثقہ ہو تو یہ راوی بیچ سے ضعیف کو گرا کر سند کو ایسے بنا دیتا ہے ثقہ سے ثقہ روایت کر رہا ہے اب پڑھنے سننے والا سند صحیح سمجھ لیتا کیونکہ حقیقت یہ ہوتی ہے کہ اس ثقہ نے دوسرے ثقہ سے سنا ہوتا ہے لیکن یہ راوایت نہیں سنی ہوتی۔

نوٹ: قدیم علماء کے ہاں اسکا نام تجوید تھا کہتے تھے جودہ فلان، سب سے پہلے علامہ ابن القطان الفاسی نے اسکا نام تدلیس تسویہ متعارف کرایا۔ قالہ السخاوی فی (فتح المغیث:ج،1ص 193 / 194)

بقیہ تدلیس تسویہ کرتا تھا اس حوالے سے کئی علماء کے اقوال موجود ہیں، ہم چند کو ذکر کرتے ہیں۔

(1) ابو حاتم الرازي رحمہ اللہ ایک کی سند پر بحث فرماتے ہوئے کہتے ہیں:

فكان بقية ابن الوليد كني عبيد الله بن عمرو ونسبه الى بني أسد لكي لا يفتن به حتى اذا ترك اسحاق بن ابي فروة من الوسط لا يهتدي له وكان بقية من افعل الناس لهذا.

(العلل لابن ابی حاتم الرازی ج5 ص251 الرقم:1957)

مفہوم:

گویا کہ بقیہ بن ولید نے اس میں عبید اللہ بن عمرو کی کنیت بیان کی ہے اور اسے بنو اسد (قبیلہ) کی طرف منسوب کیا ہے تاکہ اسے پہچان نہ لیا جائے یہاں تک کہ اسحاق بن ابی فروہ کو درمیان سے گرا دیا ہے تاکہ اس کے بارے میں پتہ نہ چلے، اور بقیہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ یہ کام کرتا تھا۔

ابو حاتم رحمہ اللہ نے دلیل کے ساتھ بقیہ پر تدلیس کا حکم لگایا بلکہ کہا (افعل الناس) افعل صیغہ تفضیل ہے یعنی اس کا یہ کام بڑھ چڑھ کر ہوتا تھا۔

نوٹ: مذکورہ سند میں جس راوی اسحاق کو اس نے گرایا ہے وہ سخت ضعیف ہے بلکہ بعض نے اسے کذاب اور متروک الحدیث تک کہا ہے، جو شخص درمیان سے ایسے کمزور شخص کو گرا سکتا ہے تاکہ لوگ اس کی روایت کو صحیح سمجھیں تو ایسے راوی کی پوری روایت میں تصریح سماع کی شرط لگانا ضروری ہے۔

(2)علامہ بدرالدین الزرکشی رحمۃ اللہ علیہ تدلیس تسویہ کا ذکر کرتے فرماتے ہیں:

ومن من اشتهر بهذا بقية بن الوليد.

(النکت علی ابن الصلاح ص193)

(3)حافظ محدث عبد الرحیم العراقی رحمہ اللہ بھی اس کو تدلیس تسویہ کرنے والوں میں ذکر کرتے ہیں۔

(فتح المغیث شرح الالفیہ للعراقی ص98)

(4)حافظ عمر بن علی المشہور بابن الملقن۔

اس کو تدلیس تسویہ کرنے والوں میں ذکر کرتے ہیں۔

(المقنع فی علوم الحدیث، النوع الثانی عشر معرفۃ التدلیس وحکم المدلس ص110)

(5)حافظ ابن حجر العسقلانی کا موقف۔

إن سلم من وهم بقية ففيه تدليسه تدليس التسوية، لأنه عنعن لشيخه۔

(التلخیص الحبیر ج2 ص163)

اگرچہ روایت بقیہ کے وہم سے سالم ہے لیکن اس میں اسکی تدلیس تسویہ موجود ہے کیونکہ اس نے اپنے استاد سے عنعنہ سے روایت بیان کی ہے۔

اس قول کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی برقرار رکھا ہے (الاواء الغلیل ج3 89)

حافظ ابن حجر ایک دوسری روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

بقية صدوق، لكنه يدلس و يسوي، قد عنعنه عن شيخه و شيخ شيخه .

”بقیہ صدوق راوی ہے، لیکن تدلیس تسویہ کرتا تھا، اس نے اپنے استاذ اور استاذ کے استاذ سے بصیغہ عن روایت کی کیاہے۔“[موافقہ الخبر الخبر لابن حجر:1/276]

(6)حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس پر یہ حکم لگاتے تھے۔

(الکفایہ فی علم الروایہ/316)

(7):امام ابو احمد الحاکم محدث خراسان(یہ امام ابو عبد اللہ الحاکم صاحب المستدرک کے استاد ثقہ، امام ہیں)بقیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

(ثقة فی حديثة إذا حدث عن الثقات بما يعرف لكنه ربماروی عن أقوام مثل الأوزاعي و الزبيدي و عبيد الله العمري أحاديث شبيهة بالموضوعة أخذها عن محمد بن عبدالرحمن و يوسف بن السفر و غير هما من الضعفاء و يسقطهم من الوسط و يرويها عن من حدثوه بها عنهم)

مفہوم:

جب وہ ان ثقہ راویوں سے روایتیں بیان کرے جو معروف ہیں(صیغہ صراحت کے ساتھ)تو ثقہ ہے کیونکہ بعض اوقات وہ کچھ اھل علم مثلاً اوزاعی، زبیدی اور عبید اللہ العمری سے موضوعات کے مشابہ وہ احادیث بیان کرتا ہے جو اس نے محمد بن عبد الرحمن اور یوسف بن السفر و غیر ھما ضعیف راویوں سے حاصل کی تھیں وہ انہیں درمیان سے گرا کر ان سے حدیثیں بیان کرتا ہے جن سے انہوں نے اسے احادیث سنائی تھیں(تہذیب التہذیب ج1ص477)

(8)العلامہ الحافظ صلاح الدین ابو سعید العلائی۔

بقية بن الوليد مشهور به مكثر له عن الضعفاء يعانى التسوية التى تقدم ذكرها

(جامع التحصیل للعلائی، ص105)

یعنی: بقیہ بن ولید ضعیف راویوں سے تدلیس تسویہ کرنے میں مشہور ہیں۔

اسی طرح دیگر کئی کبار علماء کے اقوال اس حوالے سے موجود ہیں جن کو ہم تفصیلی طور اپنی کتاب میں شایع کرینگے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

بقیہکی رواغ کے مقبول ہونے کے لیے دو اور بھی شرطیں شیخ السعد نے ذکر کیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ معروف ثقہ راوی سے بیان کر رہاہو اور شامی راویوں میں سے بجیر بن سعد اور محمد بن زیاد الشامی راویوں سے بیان کرتاہو۔

خلاصہ کلام:

بقیہ کی روایت کے قبول ہونے کے لیے مذکورہ پانچ شرطوں میں سے کوئی ایک بھی مفقود ہوئی تو اسکی روایت کو مردود اور ضعیف سمجھا جائے گا۔

اور یہاں تین شرطوں کا فقدان ہیں لھذا یہ روایت ضعیف ہے اور اسکی تین علتیں ہیں۔

پہلی علت:

خود بقیہ مدلس ہے عن سے بیان کر رہاہے اگرچی مسند احمد میں اس کی روایت تصریح سماع سے موجود ہے ہے لیکن وہ بھی مردود سمجھی جائے گی کیونکہ حمصی راوی سے ہے۔

دوسری علت:

بقیہ تدلیس تسویہ کرتا تھالھذا پوری سند میں تصریح سماع ضروری ہے اور یہاں اس طرح نہیں ہے۔

تیسری علت:

اھل حمص جب اس سے روایت کریں تو روایت مردود سمجھی جائے گی کیونکہ وہ صیغہ تصریح کی تمیز نہیں کرتے۔

نوٹ:

اس روایت کو علامہ شعیب الارناؤط رحمۃ اللہ علیہ نے مسند احمد کی تحقیق میں ضعیف کہا ہے۔
اس روایت کے حوالے سے دوسری اھم بات:
اگر اس روایت بالفرض والمحال اس حدیث کو صحیح مانیں اور کہیں کہ معاویہ رضی اللہ کے گھر میں یہ کام ہوتے تھے تو، مرزا جہلمی کون ہوتا ہے جو معاویہ سے بخشش چھین لے۔۔!!!

معزز قارئین کرام!

بشری تقاضہ کے مطابق ہر انسان سے غلطی صادر ہو سکتی ہے، اس حوالے معاویہ اور مسور رضی اللہ عنہما کا دلچسپ مکالمہ ملاحظہ ہو۔

عن عروة: أنَّ المِسْوَرَ بنَ مَخرَمةَ أخبَرَه أنَّه وفَدَ على مُعاويةَ، فقَضى حاجَتَه، ثم خَلا به، فقال: يا مِسوَرُ، ما فَعَلَ طَعنُكَ على الأئِمَّةِ؟ قال: دَعْنا مِن هذا وأحسِنْ. قال: لا واللهِ، لَتُكَلِّمَنِّي بذاتِ نَفْسِكَ بالذي تَعيبُ علَيَّ. قال مِسوَرٌ: فلم أترُكْ شَيئًا أعيبُه عليه إلّا بَيَّنتُ له. فقال: لا أبرَأُ مِن الذَّنبِ، فهل تَعُدُّ لنا يا مِسوَرُ ما نَلي مِنَ الإصلاحِ في أمْرِ العامَّةِ؛ فإنَّ الحَسَنةَ بعَشرِ أمثالِها، أم تَعُدُّ الذُّنوبَ، وتَترُكُ الإحسانَ؟ قال: ما تُذكَرُ إلّا الذُّنوبُ. قال مُعاويةُ: فإنّا نَعترِفُ للهِ بكُلِّ ذَنبٍ أذنَبْناه، فهل لكَ يا مِسوَرُ ذُنوبٌ في خاصَّتِكَ تَخْشى أنْ تُهلِكَكَ إنْ لم تُغفَرْ؟ قال: نَعَمْ. قال: فما يَجعَلُكَ اللهُ برَجاءِ المَغفِرةِ أحَقَّ مِنِّي، فواللهِ ما ألي مِنَ الإصلاحِ أكثَرَ ممّا تَلي، ولكنْ -واللهِ- لا أُخيَّرُ بيْنَ أمرَيْنِ

بيْنَ اللهِ وبَينَ غَيرِه، إلّا اختَرتُ اللهَ على ما سِواه، وإنِّي لَعَلى دِينٍ يُقبَلُ فيه العَمَلُ ويُجزى فيه بالحَسَناتِ، ويُجزى فيه بالذُّنوبِ، إلّا أنْ يَعفُوَ اللهُ عنها. قال: فخَصَمَني. قال عُروةُ: فلم أسمَعِ المِسوَرَ ذَكَرَ مُعاويةَ إلّا صلّى عليه.

سیر أعلام النبلاء ۳/۱۵۱ رجاله ثقات قال الشیخ شعیب الارناؤط. رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح یہ اثر تاریخ بغداد (ج 1 ص 576) وغیرہ میں بھی موجود ہے۔

خلاصہ کلام:

جناب مسور رضی اللہ عنہ کے ذہن میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے کچھ خدشات تھے حضرت مسور نے وہ سارے بیان کر دیے؛ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے میں اپنے آپ کو گناہوں سے پاک نہیں سمجھتا اسکے بعد حضرت معاویہ کہنے لگے:

اے مسور! کیا لوگوں کی اصلاح کے حوالے سے جو کام ہم کر رہے ہیں وہ آپ شمار نہیں کرتے ؟؟ بے شک نیکی تو دس گنا بڑھتی ہے؛ کیا آپ صرف ہمارے گناہ ہی شمار کرتے ہیں ؟؟؟ اور نیکیوں کو چھوڑ دیتے ہیں !!!! اسکے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے ہم اللہ کے سامنے ہر اس گناہ کا اعتراف کرتے ہیں جو ہم نے کیا ہے۔ پھر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت مسور رضی اللہ عنہ سے پوچھنے لگے کہ؛ کیا آپ کے بھی ایسے کوئی خاص گناہ ہیں کہ اگر آپ کو معاف نہیں کیے گئے تو آپ ہلاک ہو جائیں ؟؟؟ مسور رضی اللہ عنہ کہنے لگے جی: ہاں؛ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے اے مسور!! وہ کون سی چیز ہے جس وجہ سے آپ اللہ کی بخشش میں مجھ سے زیادہ امیدوار بن رہے ہیں ؟؟؟؟ (اور مجھے محروم کر رہے ہیں ؟؟) اللہ کی قسم میں اصلاح کی آپ سے زیادہ کوشش کرتا ہوں؛ اللہ کی قسم مجھے اختیار نہیں دیا جاتا دو کاموں کے بیچ؛ ایک میں اللہ کی رضامندی اور دوسرے کام میں مخلوق کی رضامندی ہوتی ہے تو میں وہی کام اختیار کرتا ہوں جس میں اللہ کی رضامندی ہوتی ہے شاید میں ایسے دین میں ہوں جس میں

عمل قبول کیا جاتا ہے اور نیکیوں کا بدلہ دیا جاتا ہے اور گناہوں کا بھی؛ مگر یہ کہ اللہ ان کو معاف کر دے
۔

حضرت مسور کہنے لگے وہ بحث میں مجھ پر غالب آ گئے۔

جناب عروہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:: اس کے بعد جب بھی میں نے مسور رضی اللہ عنہ کو معاویہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرتے سنا تو ضرور اس کے لیے بخشش کی دعائیں کرتے۔

کچھ اسناد کے اندر یہ الفاظ بھی ملتے ہیں۔

قال معاوية : فأنا أحتسب كل حسنة عملتها بأضعافها , وأوازي أمورا عظاما لا أحصيها ولا تحصيها من عمل الله : في إقامة صلوات المسلمين , والجهاد في سبيل الله عز وجل , والحكم بما أنزل الله تعالى , والأمور التي لست تحصيها , وإن عددتها لك , فتفكر في ذلك)) .

قال المسور : ((فعرفت أن معاوية قد خصمني حين ذكر لي))قال عروة فلم يسمع المسور بعد ذلك يذكر معاوية إلا استغفر له.

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ؛ جناب مسور رضی اللہ عنہ کو کہنے لگے:: میں اللہ تعالیٰ میں امید کرتا ہوں کہ مجھے نیکی کا بڑھا چڑھا کر اجر دیا جائے گا اور میں نے (اللہ کے لیے) بڑے کام کیے ہیں جن کو نہ میں شمار کر سکتا ہوں نہ ہی آپ؛ جیسے مسلمانوں میں نماز کو قائم کروانا؛ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا؛ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے کرنا اور دیگر کام جن کو آپ شمار نہیں کرتے؛ اگر میں آپ کے سامنے انکا تذکرہ کروں اور گنوائوں لھذا آپ اس حوالے سے غور فکر کریں (یعنی میری نیکیوں کو بھول جاتے ہو اور میری کوتاہیوں کو ذکر کرتے ہو). حضرت مسور کہتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ بحث میں مجھ پر غالب آ گئے۔

جناب عروہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسکے بعد جب بھی میں نے مسور رضی اللہ عنہ کو معاویہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرتے سنتا تھا تو ہمیشہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے بخشش کی دعائیں فرماتے۔

نوٹ:

اس واقعے پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ ایک غلطی میں مبتلا ہوئے اور انہوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر کچھ خدشات کا اظہار کیا، مگر انہوں نے اپنی اس غلط فھمی سے فوراًرجوع کیا جب ان کے سامنے حق بات واضح کر دی گئی۔ یہ بات نیم روافض کے لئے لمحہ فکریہ ہے جن کا کام ہی بن چکا ہے خال المؤمنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف زبان درازی کرنا۔ ھدا ھم اللہ۔

بلاشبہ حکمران بھی انسان ہوتے ہیں ان سے بھی اسی طرح کوتاہیاں سرزد ہو سکتی ہیں جیسے دوسروں سے ہوتے ہیں۔ جب وہ اپنے کوتاہیوں کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ تعالی سے بخشش طلب کرتے ہیں تو بے شک اللہ تعالی غفور رحیم ہے ان کے لیے بھی بخشش اور رحمت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔

اس واقعے کی سند صحیح ہے تاریخ بغداد میں اسکی سند اس طرح ہے۔

اخبرنا القاضي أبو بكر أحمد بن الحسن الحرشي ، قال : أخبرنا أبو العباس محمد بن يعقوب الأصم ، قال : حدثنا محمد بن خالد بن خلي الحمصي ، قال : حدثنا بشر بن شعيب بن أبي حمزة ، عن أبيه ، عن الزهري ، قال : أخنرنى عروة بنْ الزبير ---

سند میں موجود ہر راوی کے بارے میں تعدیل پیش خدمت ہے۔

(1) ابو بکر احمد بن حسن الحرشی۔ قال الذهبي رحمہ اللہ في ترجمتہ الامام العالم المحدث مسند خراسان (ج13ص227ت3835)

(2) محمد بن یعقوب الاصم۔ قال الذھبی فی ترجمتہ۔

الامام المحدث مسند العصر رحلۃ الوقت۔(السیر ص106ج12ت3501)

(3)محمد بن خالد بن خلی الحمصی۔

قال الحافظ۔صدوق۔(التقریب ت5844ص532)

(4)بشر بن شعیب۔ثقۃ(التقریب ت688ص97)

(5)شعیب بن ابی حمزہ الاموی(التقریب:ت2798ص271)

(6)محمد بن مسلم بن شہاب الزہری۔قال عنہ الحافظ:الفقیہ الحافظ متفق علی جلالتہ واتقانہ.(التقریب ت6296ص564).

معزز قارئین!

پتہ نہیں کیا مسئلہ ہے کہ مرزا صاحب کو معاویہ رضی اللہ عنہ کی نیکیاں نظر نہیں آتی۔۔۔!!!

کیا معاویہ کی حکومت عذاب اور کاٹ کھانے والی تھی؟معاذاللہ

انجنیئر مرزا جہلمی اپنے پمفلیٹ واقعہ کربلا میں حدیث:25کے نیچے نوٹ لگاتے ص:12پر؛

اپنی منہوسیت اور دل میں چھپی نجاست کو ظاہر کرتے ہوئے سیدنا امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کی رحمت والی بادشاہت کے بارے میں لکھتا ہے:

"لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد قوم ثمود کی طرح اس امت پر بھی ملوکیت کا عذاب مسلط ہو گیا جو آج تک کسی نہ کسی شکل میں باقی ہے"۔

معزز احباب!

منحوس مرزانے معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کو عذاب سے تعبیر کیا ہے، معاذاللہ۔ ان الفاظ پر جتنا افسوس کیا جائے وہ کم ہے، اللہ ان ہاتھوں کو ہلاک کرے جو صحابہ رسول کے خلاف لکھتے ہیں۔

معزز قارئین!

اگر حقائق پر غور کیا جائے یے تو یہ حکم صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر نہیں بلکہ تمام صحابہ اور اہل بیت رضی اللہ عنھم اجمعین پر بھی لگے گا کیونکہ اس نے کہا ہے کہ شہادت علی رضی اللہ عنہ کے بعد یہ عذاب شروع ہو گیا اور شہادت علی رضی اللہ عنہ کے بعد اھل بیت سمیت تمام صحابہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت پر متفق ہو گئے۔ اور ان بیعت کرنے والوں میں جنتی شہزادے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما بھی ہیں۔ کیا ان سب لوگوں نے عذاب کو منتخب کیا اور بیس سال تک اس عذاب پر خاموش رہے پھر تو نعوذ باللہ سارے ذمہ دار ٹھیرے صرف معاویہ رضی اللہ عنہ کیوں؟؟؟ اور خاص طور پر حسن رضی اللہ عنہ اس عذاب والی حکومت کے حق میں دستبر دار ہوئے وہ بھی ذمہ دار بنے!!! معاذاللہ۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت پر اعتراض کرتے ہوئے جہلمی صاحب اور انکے حواری دلیل پیش کرتے ہیں:

قال حذيفة: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تكون النبوة فيكم ما شاء الله أن تكون، ثم يرفعها إذا شاء أن يرفعها، ثم تكون خلافة على منهاج النبوة، فتكون ما شاء الله أن تكون، ثم يرفعها إذا شاء الله أن يرفعها، ثم تكون ملكا عاضا، فيكون ما شاء الله أن يكون، ثم يرفعها إذا شاء أن يرفعها، ثم تكون ملكا جبرية، فتكون ما شاء الله أن تكون، ثم يرفعها إذا شاء أن يرفعها، ثم تكون خلافه على منهاج النبوة ثم سكت۔ رواہ احمد: 14406.

حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے درمیان، نبوت موجود رہے گی جب تک اللہ چاہے گا پھر اللہ نبوت کو اٹھالے گا، اس کے بعد نبوت کے طریقہ پر خلافت قائم ہوگی اور وہ اس وقت تک قائم رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا پھر اللہ تعالیٰ خلافت کو بھی اٹھالے گا اس کے بعد کاٹ کھانے والی بادشاہت قائم ہوگی اور اس وقت تک قائم رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس بادشاہت کو بھی اس دنیا سے اٹھالے گا اس کے بعد زور زبردستی والی بادشاہت قائم ہوگی اور وہ اس وقت تک باقی رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس بادشاہت کو بھی اٹھالے گا، اس کے بعد پھر نبوت کے طریقہ پر خلافت قائم ہوگی۔ اتنا فرما کر آپ خاموش ہوگئے۔

مرزائی اشکال:

مرزا اور اسکے حواری یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ "اس کاٹ کھانے والی بادشایت" سے مراد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور حکومت ھے (نعوذ باللہ) کیونکہ خلفاء اربعہ کے دور حکومت کہ بعد سیدنا معاویہ کا دور آیا تھا۔

مرزائی اشکال کا ازالہ:

اس روایت میں یہ کہیں پر نہیں ہے کہ خلافت والے دور کے بعد فوراً کاٹ دینے والی بادشاہت کا دور شروع ہو جائے گا، بلکہ اس میں تو اتنا ہے کہ خلافت والے دور کے بعد کاٹ دینے والی بادشاہت کا دور آئے گا اور یاد رکھیں

یہ حدیث یہاں اختصار کے ساتھ ہے دوسری صحیح روایات میں اس بات کی وضاحت ہے کہ خلافت والے دور اور "کاٹ کھانے والی بادشاہت کے درمیان" ایک اور دور آئے گا جیسا کہ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّكُمْ فِي نُبُوَّةٍ وَّرَحْمَةٍ، وَسَتَكُونُ خِلَافَةٌ وَّرَحْمَةٌ، ثُمَّ يَكُونُ كَذَا وَ كَذَا، ثُمَّ يَكُونُ مُلْكًا عَضُوضًا، يَشْرَبُونَ الْخُمُورَ، وَيَلْبِسُونَ الْحَرِيرَ، وَفِي ذٰلِكَ يُنْصَرُونَ إِلٰى أَنْ تَقُومَ السَّاعَةُ۔

مفہوم: ''تمہارے پاس نبوت اور رحمت رہے گی اور (اسکے بعد) عنقریب خلافت اور رحمت آئے گی، پھر ایسا اور ایسا ہو گا (یعنی ایک اور دور آئے)، پھر کاٹ کھانے والی بادشاہت آئے گی۔ لوگ شرابیں پئیں گے اور ریشم پہنیں گے، لیکن اس کے باوجود قیامت تک وہ منصور رہیں گے۔''

(المعجم الأوسط للطبراني: 6/345، ح: 6581، وسندہٗ حسنٌ قال الشیخ امن پوری حفظہ اللہ تعالیٰ)

طبرانی کی روایت سے معلوم ہوا کہ خلافت کے دور کے بعد آپ نے فرمایا (کذا و کذا) اس اس طرح ہو گا یعنی ایک اور دور بھی آئے گا جس کی وضاحت بھی طبرانی کبیر کی روایت کے اندر موجود ہے۔ اس دور کو رحمت والی بادشاہت کہا گیا ہے۔

قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم::

أول هذا الأمر نبوة ورحمة ثم يكون خلافة ورحمة ثم يكون ملكا ورحمة۔

رواہ الطبرانی رحمہ اللہ فی المعجم الکبیر (ج 11 ص 88) وذکرہ الالباني رحمۃ اللہ علیہ في السلسلۃ الصحیحۃ ح:3279.

یعنی: (اس امت میں اقتدار سنبھالنے کا آغاز) نبوت اور رحمت کے ساتھ ہو گا اس کے بعد خلافت اور رحمت کا دور شروع ہو گا؛ اس کے بعد بادشاہت اور رحمت کا دور آئے گا.

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس امت میں اقتدار سنبھالنے کا جو معاملہ ہے اس کا پہلا دور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دور ہے جسے نبوت اور رحمت والا دور کہا گیا اس کے بعد جو دور شروع ہو گا وہ خلافت اور رحمت والا دور ہو گا؛ یہ خلفاءراشدین کا تیس سالہ دور ہے نیز حدیث کے اس جملہ سے چاروں خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خلافت برحق ثابت ہوئی۔

اس صحیح حدیث میں خلافت والے دور کے بعد جس دور کا تذکرہ ہے اس کو بادشاہت اور رحمت والا دور کہا گیا اور اس سے مراد معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور ہے اس حدیث نے ثابت کر دیا کہ معاویہ کی بادشاہت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں رحمت والی بادشاہت ہے اور محمود و تعریف شدہ ہے۔ الحمد للہ

یہ حدیث لمحہ فکریہ ہے ان افراد کے لیے جو معاویہ رضی اللہ عنہ کی بادشاہت پر اعتراضات کرتے ہیں اور نعوذ باللہ اسے عذاب قرار دیتے ہیں وہ منہوس افراد گویا کہ جس دور کو محمد رسول اللہ علیہ وسلم نے رحمت والا دور دیا قرار دیا اس کو عذاب والا قرار دے کر اپنی عاقبت کو تباہ کر رہے ہیں۔

اس حدیث کی وضاحت میں شیخ الاِسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

(فتاوی شیخ الاسلام الجزء الرابع ص248)

(اِتفق العلماء على أن معاوية أفضل ملوك هذه الأمة, فإن الأربعة قبله كانوا خلفاء نبوة, وهو أول الملوك, كان ملكه ملكا ورحمة كما جاء في الحديث (يكون الملك نبوة ورحمة ثم تكون خلافة ورحمة ثم يكون ملك ورحمة ثم ملك وجبرية ثم ملك عضوض) ,وكان في ملكه من الرحمة والحلم ونفع المسلمين ما يعلم أنه كان خيرا من ملك غيره, وأما من قبله فكانوا خلفاء نبوة)

علماء متفق ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اس امت کے تمام بادشاہوں میں افضل ترین ہیں بے جو ان سے پہلے چار گزرے ہیں وہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے خلفاء تھے جبکہ معاویہ پہلے بادشاہ ہیں اور ان کی بادشاہت رحمت والی بادشاہت تھی جیسا کہ حدیث میں ہے کہ (اس امت میں) ملک (اقتدار) سب پہلے نبوت اور رحمت والا ہے پھر خلافت اور رحمت والا شروع ہو گا پھر بادشاہت اور رحمت والا دور شروع ہو گا (یہ اس وقت تک اور اتنے بادشاہوں تک چلے گا جب تک اللہ چاہے گا) اسکے بعد پھر

بادشاہت اور اور ظلم والا دور شروع ہو گا اسکے بعد پھر بادشاہت اور دوسروں کو چبانے والا (یعنی ستم اور ظلم کا دور) آئے گا۔

آگے شیخ الاسلام نے فرمایا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بادشاہت میں جو رحمت؛ بردباری اور مسلمانوں کے لیے منافع موجود تھے وہ دلالت کرتے ہیں کہ معاویہ کی بادشاہت تمام بادشاہوں سے اعلی ہے؛ ہاں جو ان سے پہلے چار (حکمران) تھے (یعنی خلفاء راشدین وہ معاویہ سے ہر اعتبار سے افضل تھے) وہ تو خلفاء نبوت تھے۔

شھزادہ اھل بیت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ھیں کہ:

ما رایت رجلا اخلق للملك من معاوية

میں نے (خلفاء اربعہ کے بعد) سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر اقتدار اور حکومت کے لئے مناسب اور موزوں شخص کوئی نہیں دیکھا (السنة لابي بكر الخلال 637 وسندہ صحیح)

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنھما کس قدر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرز حکومت سے مطمئن تھے اور کس قدر انکو اس عہدے کے لئیے مناسب سمجھتے تھے.

معاویہ کی مبارک اور عادلانہ زندگی اور رعایہ کے لیے رحمت والا دور دیکھ کر ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: مَا زَالَ بِي مَا رَأَيْتُ مِنْ أَمْرِ النَّاسِ فِي الْفِتْنَةِ، حَتّٰى إِنِّي لَأَتَمَنّٰى أَنْ يَّزِيدَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ مُعَاوِيَةَ مِنْ عُمُرِي فِي عُمُرِهٖ۔ ”فتنے کے دَور میں لوگوں کے جو حالات میں دیکھتی رہی، ان میں ہمیشہ میری یہ تمنا تھی کہ اللہ تعالیٰ میری عمر، معاویہ کو عطا کر دے۔“

(الطبقات لأبي عروبة الحرّاني، ص:41، وسندہٗ صحیحٌ، قال الشیخ امن پوری حفظہ اللہ تعالیٰ)

سیدہ خاتون جنت طاہرہ مطہرہ کا مذکورہ صحیح فرمان دشمنان معاویہ کے منہ پر طمانچہ ہے۔

جی ہاں اس سے بڑی اظہار محبت کیا ہو سکتی ہے؟

کہ صدیقہ اپنی زندگی کے ایام معاویہ کو دینے کے لیے تیار تھیں۔ رضی اللہ عنہما۔

شہزادہ اھل بیت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے حوالے سے قرآن سے استدلال کرتے تھے۔

ابو مسلم جرمی تابعی رحمہ اللہ فرماتے ھیں کہ

كُنَّا فِي سَمَرِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: إِنِّي مُحَدِّثُكُمْ بِحَدِيثٍ، لَيْسَ بِسِرٍّ وَّلَا عَلَانِيَةٍ، إِنَّهُ لَمَّا كَانَ مِنْ أَمْرِ هٰذَا الرَّجُلِ مَا كَانَ، يَعْنِي عُثْمَانَ، قُلْتُ لِعَلِيٍّ: اعْتَزِلْ، فَلَوْ كُنْتَ فِي جُحْرٍ طُلِبْتَ حَتّٰى تُسْتَخْرَجَ، فَعَصَانِي، وَايْمُ اللهِ! لَيَتَأَمَّرَنَّ عَلَيْكُمْ مُعَاوِيَةُ، وَذٰلِكَ أَنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ: {وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا}

ہم ابن عباس کہ پاس بیٹھے ہوئے تھے تو انھوں نے فرمایا کہ میں تم کو ایسی بات بیان کرنے والا ہوں کہ جو نہ مخفی ھے اور نہ ظاھر، جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شھادت کا واقعہ ھوا تو میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہاں کہ اس معاملے سے دور رھے اگر آپ کسی بل میں بھی ہونگے تو آپ کو خلافت کے لیئے تلاش کر کے نکال لیا جائے گا لیکن انھاں نے میری بات نہیں مانی، پھر ابن عباس نے فرمایا کہ اللہ کی قسم معاویہ ضرور تمہارے حکمران بنے گے اسکی وجہ یہ ھے کہ اللہ تعالی نے فرمایا: وَمَن قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِف فِّي الْقَتْلِ ۖ إِنَّهُ كَانَ مَنصُورًا (الاسراء: 33)

اور جو شخص مظلوم قتل کر دیا جائے، ہم نے اسکے ولے کو اختیار دیا ھے، وہ قتل کرنے میں زیادتی نہ کرے، وہ ضرور مدد کیا جائے گا۔

(المعجم الكبير للطبراني: 320/10، وسندہٗ حسنٌ قال الشیخ امن پوری حفظہ اللہ تعالیٰ)۔

اس سے ثابت ہوا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے وارث اور والی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔

اہم ترین نوٹ:

یاد رہے کہ بادشاہت اور ملوکیت کوئی معیوب چیز نہیں بشر طیکہ کہ حکمران عادل ہو چنانچہ اللہ سبحانہ و تعالی نے طالوت رحمہ اللہ تعالیٰ، اور داود سلیمان علیھما السلام کو بادشاہت عطاء فرمائی جسکی تفصیل اور تحمید قرآن مقدس میں بھی موجود ہے۔ اور بنی اسرائیل پر اللہ نے اس بات کو بطور احسان شمار کیا(و جعلکم ملوکا) یعنی اللہ کا تم پر یہ بھی احسان ہے ہے کہ اللہ نے تم میں سے بادشاہ بنائے۔ یاد رکھیں بادشاہ جب عادل ہو تو قیامت کے دن عرش کے سائے میں ہو گا کما فی البخاری و مسلم۔

امام ابن أبي العز الحنفي رحمہ اللہ فرماتے ھیں کہ **"أول ملوك المسلمين معاوية وهو خير ملوك المسلمين"** (شرح العقیدۃ الطحاویۃ (ص722) معاویہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے سب سے پہلے اور بہترین بادشاہ تھے۔

اور دیگر کئی اہل علم صحابہ وغیرہ کی گواہیاں اس مسئلے میں موجود ہیں جن کا تفصیلی بیان گزر چکا ہے۔۔۔۔

کیا معاویہ رضی اللہ عنہ شراب پیتے تھے؟؟ معاذ اللہ

مرزا صاحب اپنے ریسرچ پیپر ”واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر“ کے تیسرے باب میں ص 15 پر، حدیث نمبر 31، کو ذکر کرنے کے بعد خال المؤمنین، جنتی انسان، معاویہ رضی اللہ عنہ کی گستاخی کرتے ہوئے

ان پر شراب پینے کا الزام لگاتے ہیں ہم ذیل میں مرزا کے پیش کردہ دلیل کی حقیقت کو بیان کرتے ہیں۔

مرزا کی طرف سے پیش کردہ دلیل۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَأَبِي عَلَى مُعَاوِيَةَ فَأَجْلَسَنَا عَلَى الْفُرُشِ ثُمَّ أُتِينَا بِالطَّعَامِ فَأَكَلْنَا ثُمَّ أُتِينَا بِالشَّرَابِ فَشَرِبَ مُعَاوِيَةُ، ثُمَّ نَاوَلَ أَبِي ثُمَّ قَالَ: مَا شَرِبْتُهُ مُنْذُ حَرَّمَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ مُعَاوِيَةُ: كُنْتُ أَجْمَلَ شَبَابِ قُرَيْشٍ وَأَجْوَدَهُ ثَغْرًا وَمَا شَيْءٌ كُنْتُ أَجِدُ لَهُ لَذَّةً كَمَا كُنْتُ أَجِدُهُ وَأَنَا شَابٌّ غَيْرُ اللَّبَنِ أَوْ إِنْسَانٍ حَسَنِ الْحَدِيثِ يُحَدِّثُنِي۔

رواہ احمد. 7479 نسخہ ثانی 23329.

سیدنا عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اور میرے باپ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، انہوں نے ہمیں بچھونوں پر بٹھایا اور کھانا کھلایا، پھر ہمارے پاس ایک مشروب لایا گیا، سیدنا معاویہ نے وہ پیا اور میرے ابا جان کو پکڑا دیا، پھر انہوں نے (یعنی معاویہ نے کہا): جب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (نشہ آور شراب کو) حرام قرار دیا ہے میں نے اس وقت سے اسے نہیں پیا، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں قریش میں سے سب سے زیادہ صاحب جمال ہوں اور سب سے عمدہ دانتوں والا ہوں، جوانی میں مجھے دودھ یا اچھی باتیں کرنے والے انسان کے علاوہ اس سے بڑھ کر کسی اور چیز میں لذت نہیں محسوس ہوتی تھی۔

اولا:

اس روایت کی سند پر کلام ہے، کیونکہ حسین بن واقد راوی جب عبد اللہ بن بریدہ سے روایت بیان کریں تو وہ روایت منکر (مردود) سمجھی جائے گی، اس روایت کو بیان کرنے والے خود امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔

(قال ابي عبد الله بن بريده الذي رواه عنه حسين بن واقد ما انكرها).

(العلل و معرفۃ الرجال ج1 ص6)

فرمایا: عبد اللہ بن بریدہ سے جو روایات حسین بن واقد بیان کرتا ہے کتنی ہی منکر ہیں! (یعنی بہت زیادہ منکر ہیں)

امام عقیلی نے اس احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کو ذکر کر کے برقرار رکھا ہے۔

(الضعفاء الکبیر ج4 ص251) اسی طرح امام عبد الرحمن الرازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے الجرح والتعدیل میں اس فرمان کو ذکر کر کے برقرار رکھا ہے۔ اور دیگر کئی علماء کہتے ہیں وہ صدوق تو ہیں لیکن انکو وہم ہو جاتا تھا جیسے امام ساجی وغیرہ۔

تفصیل تھذیب التھذیب وغیرہ میں دیکھیں۔

یہ اگرچہ مقبول راوی تھا لیکن منکر روایات بھی بیان کرتا تھا جیسا کہ ابن حبان رحمہ اللہ نے فرمایا (فکل حدیث منکر عندہ عن ایوب عن نافع عن ابن عمر)

یعنی: ہر وہ روایت جس کو (حسین بن واقد) عن ایوب۔۔۔ کی سند سے بیان کرے وہ روایات (بھی) منکر ہیں۔

(الثقات ج6 ص210)

معزز قارئین کرام!

مرزاصاحب کی حالت یہ ہے کہ اس کا انٹر نیشنل نبر نگ اور سافٹ ویئرز پر لکھے ہوئے صحیح کے اسٹیٹس پر اتنا اندھا اعتماد ہے کہ شاید کبھی بھی انہوں نے سند چیک نہیں کی اور حقیقت بھی یہ ہے کہ یہ اسکے بس کی بات بھی نہیں۔

اسی طرح اس روایت میں موجود راوی زید بن حباب صدوق و حسن الحدیث ہیں لیکن وہ صاحب اوہام واخطاء تھے جیسا کہ کئی محدثین نے صراحت کی ہے، مثلا امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **كَانَ رجل صَالح مَا نفذ فِي الحَدِيث إِلَّا بالصلاح لِأَنَّهُ كَانَ كثير الْخَطَأ قلت لَهُ من هُوَ قَالَ زيد بن الْحباب**

[العلل ومعرفۃ الرجال لأحمد روایۃ ابنہ عبد اللہ 2/96]

معلوم ہوا کہ زید بن حباب کے صدوق و حسن الحدیث ہونے کے باوجود بھی ان سے اوہام واخطاء کا صدور ہوتا تھا، لہذا عام حالات میں ان کی مرویات حسن ہوں گی لیکن اگر کسی خاص روایت کے بارے میں محدثین کی صراحت یا قرائن وشواہد مل جائیں کہ یہاں موصوف سے چوک ہوئی ہے تو وہ خاص روایت ضعیف ہو گی۔

ثانیاً:

مرزا کا ترجمہ باطل ہے اور جہالت پر مبنی ہے۔

انجینیئر صاحب اپنے ریسرچ پیپر "واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر" کے تیسرے باب میں ص 15 پر، حدیث نمبر 31 مذکورہ حدیث کا غلط ترجمہ یوں کرتے ہیں:

سیدنا عبد اللہ بن بریدہ تابعی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ میں اور میرے والد سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ملنے گئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں فرشی نشست [یعنی قالین] پر بٹھایا، پھر کھانا لایا گیا جو ہم نے تناول کیا، پھر ہمارے سامنے ایک مشروب لایا گیا جو

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پینے کے بعد [وہ مشروب والا برتن] میرے والد کو پکڑا دیا تو انھوں نے [سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ] نے فرمایا: ”جب سے اس مشروب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے، تب سے میں نے کبھی اسے نوش نہیں کیا۔“ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ”میں قریشی نوجوانوں میں سب سے حسین ترین اور خوبصورت دانتوں والا نوجوان تھا اور جوانی کے ان دنوں میں میرے لیے دودھ اور اچھے قصہ گو آدمی سے بڑھ کر کوئی چیز لذت آور نہیں ہوتی تھی۔“

مرزا صاحب نے ترجمہ کے اندر بریکٹوں میں جو اضافے لگائے وہ عربی متن میں نہیں ہیں۔ عربی متن کہیں یہ نہیں کہ بریدہ نے کہا تھا کہ ”جب سے اس مشروب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے، تب سے میں نے کبھی اسے نہیں پیا۔“ عربی متن میں ہے (معاویہ) نے وہ برتن میرے ابو کو دیا (ثم قال) پھر اس نے یہ کہا (یعنی معاویہ نے کہا) یہاں کہنے والے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ لھذا حدیث کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مشروب پینے کے بعد برتن سیدنا بریدہ کو پکڑاتے ہوئے کہا کہ: جب سے اس مشروب (یعنی شراب، خمر) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے، تب سے میں نے کبھی اُسے نہیں پیا۔

معزز قارئین!

ہم نے جو مفہوم بیان کیا ہے وہی راجح ہے کہ (ثم قال) کے بعد معاویہ کا مقولہ (فرمان) ہے اور جو مشروب حضرت معاویہ نے پیا تھا وہ (خمر) شراب نہیں تھا بلکہ دودھ ہی تھا کیونکہ یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں اسی سند سے اس طرح ہے جو مرزا کی خیانت کو عیاں کرتی ہے۔

(حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ : قَالَ : دَخَلْتُ أَنَا وَأَبِي عَلَى مُعَاوِيَةَ ، فَأَجْلَسَ أَبِي عَلَى السَّرِيرِ وَأَتى بِالطَّعَامِ فَأَطْعَمَنَا ، وَأَتَى بِشَرَابٍ فَشَرِبَ ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ : مَا شَيْءٌ كُنْتُ أَسْتَلِذُّهُ وَأَنَا شَابٌّ فَآخُذُهُ الْيَوْمَ إِلَّا اللَّبَنَ ، فَإِنِّي آخُذُهُ كَمَا كُنْتُ آخُذُهُ قَبْلَ الْيَوْمِ)

(ابن ابی شیبہ ج6 ص188 الرقم:30560)

ترجمہ: عبد اللہ بن بریدہ کہتے ہیں کہ میں میرے والد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس داخل ہوئے تو آپ نے میرے والد کو چارپائی پر بٹھایا پھر کھانالایا گیا ہم نے کھایا اور پھر مشروب لایا گیا پھر (معاویہ رضی اللہ عنہ) نے پیا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے جوانی میں بھی دودھ سے زیادہ کوئی چیز لذت والی محسوس نہیں ہوتی تھی آج بھی میں، دودھ ہی لے رہا ہوں جیسا کہ آج سے پہلے بھی میں دودھ ہی لیتا تھا۔

معزز قارئین!

مصنف ابن ابی شیبہ کی اس روایت میں اس مشروب کے لیے "دودھ" کے الفاظ واضح طور پر موجود ہیں۔ کیا معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے اتنے واضح الفاظ اور صراحت کہ (فآخذہ الیوم الا اللبن) (میں آج کے دن بھی دودھ ہی لے رہا ہوں) کے آجانے کے بعد بھی، ایسے جنتی، صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم، خال المؤمنین پر مرزا کی طرف سے ایسا طعن کرنا کہ وہ شراب (خمر) پیتے تھے، معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ، صریح گستاخی نہیں!!!

مرزا صاحب شاید اپنی عاقبت سے اتنے دور اندیش بن چکے ہیں کہ ایک جنتی، مغفور انسان پر الزام لگاتے، شرماتے نہیں!!!

ایک عام انسان پر الزام اور تہمت لگانا بھی گناہ کبیرہ ہے چہ جائیکہ صحابہ پر الزام لگایا جائے۔

لیکن اس سے بڑے قابل مذمت وہ افراد ہیں جو ان کی چرب زبانی کے چکر میں اتنے جکڑے ہوئے ہیں کہ حقائق ماننے کے لیے تیار ہی نہیں۔

مرزا صاحب کے جہالت کی انتہا:

مرزائی جہالت کی انتہا کرتے ہوئے یہی بتانا چاہ رہے ہیں کہ اس روایت میں "شراب" کے الفاظ ہیں اور شراب سے مراد خمر (نشہ آور مشروب) ہے۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ادنی کلاس کا طالبعلم بھی جانتا ہے کہ عربی زبان میں شراب کے لیے "خمر" کا لفظ آتا ہے نہ کہ "شراب" کا۔ جیسا کہ قرآن میں ہے (انما الخمر والمیسر۔۔۔۔۔الخ)

یہ اردو، سندھی یا پنجابی زبان نہیں بلکہ عربی زبان ہے، سندھی اردو و پنجابی میں تو شراب بولا جاتا ہے لیکن عربی میں شراب سے مراد وہ شراب نہیں جو حرام ہے جسے آپ سمجھ رہے ہیں۔۔۔

قرآن میں میں عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق آیا ہے کہ اللہ نے فرمایا (فانظر الی طعامک وشرابک لم یتسنہ....)

اپنے کھانے اور پینے کو دیکھیں۔۔۔۔۔

یہاں شراب کے لفظ ہیں لیکن مقصد ہمارے والا شراب نہیں۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي شَرَابِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ ، ثُمَّ لِيَنْزِعْهُ فَإِنَّ فِي إِحْدَى جَنَاحَيْهِ دَاءً وَالْأُخْرَى شِفَاءً .

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب مکھی کسی کے شراب میں پڑ جائے تو اسے ڈبو دے اور پھر نکال کر پھینک دے۔ کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری ہے اور اس کے دوسرے (پر) میں شفاء ہوتی ہے۔"

(بخاری شریف:3320)

کیا خیال ہے اگر مرزا کے ترجمہ کو تسلیم کریں اور شراب سے مراد اردو والا حرام شراب لیں تو! حرام شراب کا کیا حکم بنے گا؟؟ ہر ذی شعور جانتا ہے۔

معزز قارئین!

آپ اس روایت کو بار بار پڑھیں لیکن کہیں بھی آپ کو خمر کے الفاظ نہیں ملیں گے لیکن مرزا صاحب نے خیانت اور صحابی کی گستاخی کرتے ہوئے ان الفاظ کا مفہوم نکال لیا ہے۔

معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ پر بغض علی رضی اللہ تعالی عنہ کی وجہ سے تلبیہ آہستہ کہلوانے کا الزام اور اس کی حقیقت

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے مخالفین (مرزائی جہلمی وغیرہ) آپ رضی اللہ تعالی عنہ پر یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ آپ نے لوگوں کو بلند آواز سے تلبیہ کہنے سے روک دیا تھا بغض علی رضی اللہ عنہ میں آکر جیسا کہ جہلمی اپنے ریسرچ پیپر واقعہ کربلا (حدیث:46) بحوالہ سنن نسائی، ایک ضعیف روایت کا سہارا لیتے اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ الْأَوْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ مَيْسَرَةَ بْنِ حَبِيبٍ، عَنْ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ بِعَرَفَاتٍ، فَقَالَ: مَا لِي لَا أَسْمَعُ النَّاسَ يُلَبُّونَ ؟ قُلْتُ: يَخَافُونَ مِنْ مُعَاوِيَةَ، فَخَرَجَ ابْنُ عَبَّاسٍ مِنْ فُسْطَاطِهِ، فَقَالَ: لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ، فَإِنَّهُمْ قَدْ تَرَكُوا السُّنَّةَ مِنْ بُغْضِ عَلِيٍّ .

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ عرفات میں تھا تو وہ کہنے لگے: کیا بات ہے، میں لوگوں کو تلبیہ پکارتے ہوئے نہیں سنتا۔ میں نے کہا: لوگ معاویہ رضی اللہ عنہ سے ڈر رہے ہیں، (انہوں نے لبیک کہنے سے منع کر رکھا ہے) تو ابن عباس رضی اللہ عنہما (یہ سن کر) اپنے خیمے سے باہر نکلے، اور کہا: «لبیک اللہم لبیک لبیک» (افسوس کی بات ہے) علی رضی اللہ عنہ کے بغض میں لوگوں نے سنت چھوڑ دی ہے۔

(النسائی:3009)

یہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف ہے اس روایت کے اندر (خالد بن مخلد) راوی ہیں اس کے بارے میں امام ابن رجب الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ ایک اصول ذکر فرماتے ہیں:

ذکر الغلابي في تاريخ قال القطواني يوخذ عنه مشيخه المدينه وابن بلال قط. يريد سليمان بن بلال۔

و يعني بهذا لايؤخذ عنه الا حديثه عن اهل المدينة وسليمان ابن بلال منهم۔

(امام الجرح والتعدیل، محدث، مفضل بن غسان) غلابی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ خالد بن مخلد قطوانی سے وہ روایات قبول کی جائیں گی جو اس نے اپنے مدنی اساتذہ اور ابن بلال یعنی سلیمان بن بلال بیان سے کی ہیں۔ آگے اس کی وضاحت میں امام ابن رجب حنبلی نے فرمایا: اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے روایت نہیں لی جائے گی مگر وہ جو ہو اہل مدینہ سے اور سلیمان بن بلال سے (بیان کرے)

(شرح علل الترمذی لابن رجب الحنبلي ص نمبر 330)

سنن نسائی والی یہ روایت خالد بن مخلد نے علی بن صالح سے بیان کی ہے۔ اور علی بن صالح انکے مدنی استاد نہیں ہے بلکہ کوفی استاد ہیں، لھذا انکی کوفیوں سے بیان کردہ روایت رد سمجھی جائے گی۔

نوٹ:

جن علماء نے اس روایت کی تصحیح کی ہے ان کے سامنے یہ علت عیاں نہ ہو سکی، لھذا اس وجہ سے ضد کرنا جہالت ہے کہ فلاں نے اسکو صحیح کہا ہے یہ ضد تقلید جامد اور حرام ہے۔

کیا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سود کھاتے تھے؟

مرزااور اسکے حواری دلیل پیش کرتے ہیں.

حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ ، أَنَّ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ بَاعَ سِقَايَةً مِنْ ذَهَبٍ، أَوْوَرِقٍ بِأَكْثَرَ مِنْ وَزْنِهَا، فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْ مِثْلِ هَذَا إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ : مَا أَرَى بِمِثْلِ هَذَا بَأْسًا، فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ : مَنْ يَعْذِرُنِي مِنْ مُعَاوِيَةَ، أَنَا أُخْبِرُهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيُخْبِرُنِي عَنْ رَأْيِهِ، لَا أُسَاكِنُكَ بِأَرْضٍ أَنْتَ بِهَا، ثُمَّ قَدِمَ أَبُو الدَّرْدَاءِ عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ، فَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِلَى مُعَاوِيَةَ، أَنْ لَا يَبِيعَ ذَلِكَ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَزْنًا بِوَزْنٍ.

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سونے یا چاندی کا برتن اس سے زیادہ وزن کے ساتھ بیچا حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے ہے آپ علیہ الصلاۃ والسلام اس طرح کی تجارت سے منع فرماتے تھے، مگر یہ کہ دونوں طرف سے برابر ہو (یعنی کمی بیشی نہ ہو) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے میں تو اس میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتا۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہنے لگے کون ہے جو معاویہ کے خلاف میرے عذر کو قبول کرے۔ میں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان سنا رہا ہوں اور وہ اپنا رائے بتا رہے ہیں پھر حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہنے لگے: میں آپ کے ساتھ اس زمین میں نہیں رہوں گا جس میں آپ موجود ہیں، پھر حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ حضرت عمر کے پاس آئے اور سب کچھ تذکرہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہا کی طرف خط لکھا کہ اس طرح تجارت نہ کریں۔

رواہ مالک فی المؤطا:1848

اولا:

یہ روایت سنداسخت ضعیف ہے کیونکہ عطاء کا ابو الدرداء سے سماع ثابت نہیں جیسا کہ علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالیٰ التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد جلد4 صفحہ 71 پر لکھتے

ظَاهِرُ هَذَا الْحَدِيثِ الِانْقِطَاعُ لِأَنَّ عَطَاءً لَا أَحْفَظُ لَهُ سَمَاعًا مِنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ وَمَا أَظُنُّهُ سَمِعَ مِنْهُ شَيْئًا۔

ظاھری طور پر یہ روایت منقطع ہے کیونکہ عطاء کا ابودرداء سے سماع کے حوالے سے میں کچھ نہیں یاد رکھتا مین سمجھتا ہوں کہ اس نے کچھ نہیں سنا۔

ثانیاً:

اس روایت کے بارے علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ تمھید جلد4 صفحہ 72 پر لکھتے ہیں

أَنَّ هَذِهِ الْقِصَّةَ لَا يَعْرِفُهَا أَهْلُ الْعِلْمِ لِأَبِي الدَّرْدَاءِ الا من حديث زَيْدِ ابْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ وَأَنْكَرَهَا بَعْضُهُمْ لِأَنَّ شَبِيهًا بِهَذِهِ الْقِصَّةِ عَرَضَتْ لِمُعَاوِيَةَ مَعَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ وَهِيَ صَحِيحَةٌ مَشْهُورَةٌ مَحْفُوظَةٌ لِعُبَادَةَ مَعَ مُعَاوِيَةَ

ابو درداءؓ کے اس قصے کو اھل علم نہیں جانتے سواء زید بن اسلم عن عطاء بن یسار سے، بعض اھل علم نے تو اس کا انکار کیا ہے کیونکہ یہ قصہ اس قصے کے مشابہ ہے جو معاویہ رضی اللہ عنہ کا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آیا تھا جو کہ صحیح مشہور اور محفوظ ہے۔

جس واقعے کی طرف ابن عبد البر نے اشارہ کیا ہے اس واقعے کے الفاظ یہ ہیں

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، قَالَ: كُنْتُ بِالشَّامِ فِي حَلْقَةٍ فِيهَا مُسْلِمُ بْنُ يَسَارٍ، فَجَاءَ أَبُو الْأَشْعَثِ، قَالَ: قَالُوا: أَبُو الْأَشْعَثِ، أَبُو الْأَشْعَثِ، فَجَلَسَ، فَقُلْتُ لَهُ: حَدِّثْ أَخَانَا حَدِيثَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: نَعَمْ، غَزَوْنَا غَزَاةً وَعَلَى النَّاسِ مُعَاوِيَةُ، فَغَنِمْنَا غَنَائِمَ كَثِيرَةً، فَكَانَ فِيمَا غَنِمْنَا آنِيَةٌ مِنْ فِضَّةٍ، فَأَمَرَ مُعَاوِيَةُ رَجُلًا أَنْ يَبِيعَهَا فِي أَعْطِيَاتِ النَّاسِ، فَتَسَارَعَ النَّاسُ فِي ذَلِكَ، فَبَلَغَ عُبَادَةَ بْنَ

الصَّامِتِ، فَقَامَ، فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَنْهَى عَنْ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ، وَالْبُرِّ بِالْبُرِّ، وَالشَّعِيرِ بِالشَّعِيرِ، وَالتَّمْرِ بِالتَّمْرِ، وَالْمِلْحِ بِالْمِلْحِ، إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ، عَيْنًا بِعَيْنٍ، فَمَنْ زَادَ، أَوِ ازْدَادَ، فَقَدْ أَرْبَى»، فَرَدَّ النَّاسُ مَا أَخَذُوا، فَبَلَغَ ذَلِكَ مُعَاوِيَةَ فَقَامَ خَطِيبًا، فَقَالَ: أَلَا مَا بَالُ رِجَالٍ يَتَحَدَّثُونَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَادِيثَ قَدْ كُنَّا نَشْهَدُهُ وَنَصْحَبُهُ فَلَمْ نَسْمَعْهَا مِنْهُ، فَقَامَ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ فَأَعَادَ الْقِصَّةَ، ثُمَّ قَالَ: " لَنُحَدِّثَنَّ بِمَا سَمِعْنَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنْ كَرِهَ مُعَاوِيَةُ - أَوْ قَالَ: وَإِنْ رَغِمَ - مَا أُبَالِي أَنْ لَا أَصْحَبَهُ فِي جُنْدِهِ لَيْلَةً سَوْدَاءَ "، قَالَ حَمَّادٌ هَذَا أَوْ نَحْوَهُ۔

حماد بن زید نے ہمیں ایوب سے حدیث بیان کی اور انہوں نے ابو قلابہ سے روایت کی، انہوں نے کہا: میں شام میں ایک مجلس میں تھا جس میں مسلم بن یسار بھی تھے، اتنے میں ابو اشعث آئے تو لوگوں نے کہا: ابو اشعث، (آگئے) میں نے کہا: (اچھا) ابو اشعث! وہ بیٹھ گئے تو میں نے ان سے کہا: ہمارے بھائی! ہمیں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کیجیے۔ انہوں نے کہا: ہاں، ہم نے ایک غزوہ لڑا اور لوگوں کے امیر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ انہیں لوگوں کو ملنے والے عطیات (کے بدلے) میں فروخت کر دے۔ (جب عطیات ملیں گے تو قیمت اس وقت دراہم کی صورت میں لے لی جائے گی) لوگوں نے ان (کو خریدنے) میں جلدی کی۔ یہ بات حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو وہ کھڑے ہوئے اور کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ سونے کے عوض سونے کی، چاندی کے عوض چاندی کی، گندم کے عوض گندم کی، جو کے عوض جو کی، کھجور کے عوض کھجور کی اور نمک کے عوض نمک کی بیع سے منع فرمارہے تھے، الا یہ کہ برابر برابر، نقد بنقد ہو۔ جس نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا تو اس نے سود کا لین دین کیا۔ (یہ سن کر) لوگوں نے جو لیا تھا واپس کر دیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچی تو وہ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے

اور کہا: سنو! لوگوں کا حال کیا ہے! وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث بیان کرتے ہیں، ہم بھی آپ کے پاس حاضر ہوتے اور آپ کے ساتھ رہتے تھے لیکن ہم نے آپ سے وہ (احادیث) نہیں سنیں۔ اس پر حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے، (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوا) سارا واقعہ دہرایا اور کہا: ہم وہ احادیث ضرور بیان کریں گے جو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنیں، خواہ معاویہ رضی اللہ عنہ ناپسند کریں۔۔ یا کہا: خواہ ان کی ناک خاک آلود ہو۔۔ مجھے پروا نہیں کہ میں ان کے لشکر میں ان کے ساتھ ایک سیاہ رات بھی نہ رہوں۔

حماد نے کہا: یہ (کہا:) یا اس کے ہم معنی۔

صحیح مسلم حدیث نمبر: 4063۔

اس راویت پر بات کرنے سے پہلے یہ مسئلہ سمجھیں کہ

زیورات یا سونے اور چاندی کے برتن سونے یا نقد رقم کے بدلے فروخت "بیع صرف کہلاتی ہے" جس کے شرعاً جائز ہونے کے لیے دو ضروری شرطیں ہیں ایک یہ کہ معاملہ دونوں جانب سے نقد ہو۔ ایک ہاتھ سے سونے کے زیوارت یا برتن دیئے جائیں اور دوسرے ہاتھ سے سونا یا رقم لی جائے کسی بھی ایک طرف سے ادھار کی صورت میں یہ معاملہ ناجائز ہو گا۔ دوسری شرط یہ کہ ایک جنس کا جب تبادلہ ہو رہا ہو یعنی سونے کی سونے سے تجارت ہو رہی ہو تو بیع اس وقت جائز ہو گا جب طرفین کی طرف سے وزن برابری کی ساتھ دیا جائے ہاں اگر جنس تبدیل ہو تو کمی پیشی کی اجازت ہے۔

جبکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور کچھ دیگر صحابہ کا موقف یہ تھا کہ مذکورہ دو شرطیں نہ ہو یا ان میں سے ایک نہ ہو پھر بھی بیع جائز ہے کیونکہ منع والی احادیث ان تک نہیں پہنچی تھیں جیسا کہ مذکورہ حدیث میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ واضح موجود ہیں کہ:

وَقَدْ شَهِدْنَا النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَمْ نَسْمَعْهُ نَهَى عَنْهُ

کہ ھم بھی نبی ﷺ کے ساتھ رہے ہیں لیکن ھم نے آپ سے اس بات سے منع نہیں سنی.

معزز قارئین!

اسلام نے یہ قانون وضع کیاہے کہ جب کسی شخص کو کسی مسئلہ کا علم نہیں تو اس مسئلہ پر اس کا مواخذہ نہیں کیا جاتا معزز احباب اگر اس طرح کی تنقید کرتے جائیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی نہیں بچیں گے مندرجہ ذیل حدیث پر غور فرمائیں:

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، حَرَّقَ قَوْمًا، فَبَلَغَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: لَوْ كُنْتُ أَنَا لَمْ أُحَرِّقْهُمْ لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لاَ تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللَّهِ» [ص:62]، وَلَقَتَلْتُهُمْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ»

ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا' کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا' ان سے ایوب نے' ان سے عکرمہ نے کہ علی رضی اللہ عنہ نے ایک قوم کو (جو عبد اللہ بن سبا کی متبع تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا خدا کہتی تھی) جلا دیا تھا۔ جب یہ خبر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو ملی تو آپ نے کہا کہ اگر میں ہوتا تو کبھی انہیں نہ جلاتا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاہے کہ اللہ کے عذاب کی سزا کسی کو نہ دو' البتہ میں انہیں قتل ضرور کرتا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اپنا دین تبدیل کر دے اسے قتل کر دو۔

صحیح بخاری حدیث نمبر:3017

مرزا صاحب!

اب اگر کوئی ناصبی اٹھ کر کھڑا ہو جائے اور کہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حدیث کی مخالفت کی ہے تو آپ کیا کہیں گے ؟؟؟

ہم تو اس ناصبی کو منہ توڑ جواب دیں گے اور کہیں گے کہ، اے گستاخ! علی رضی اللہ عنہ کی گستاخی مت کر، علی رضی اللہ عنہ کو اس حدیث کا علم نہیں تھا تبھی انہوں نے ان مرتدین کو جلانے کا حکم دیا تھا ہمارا ایمان ہے کہ جان بوجھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کبھی نہیں کر سکتے۔

جبکہ جس مسئلہ کی وجہ سے مرزا صاحب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر تنقید کر رہا ہے اس طرح کا فتوی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ اور ابن عمر عنہم بھی دیتے تھے۔ جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت بخاری شریف کے اندر موجود ہے۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ أَنَّ أَبَا صَالِحٍ الزَّيَّاتَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ الدِّينَارُ بِالدِّينَارِ وَالدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ فَقُلْتُ لَهُ فَإِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ لَا يَقُولُهُ فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ سَأَلْتُهُ فَقُلْتُ سَمِعْتَهُ مِنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ وَجَدْتَهُ فِي كِتَابِ اللَّهِ قَالَ كُلَّ ذَلِكَ لَا أَقُولُ وَأَنْتُمْ أَعْلَمُ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِّي وَلَكِنْ أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا رِبًا إِلَّا فِي النَّسِيئَةِ ۔

ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ضحاک بن مخلد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن جریج نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی، انہیں ابو صالح زیات نے خبر دی، اور انہوں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ دینار، دینار کے بدلے میں اور درہم درہم کے بدلے میں (بیچا جا سکتا ہے جبکہ مسلم شریف کے الفاظ ہیں مثلا بمثل، من زاد أو ازداد فقد أربى، دونوں طرف سے برابر ہونے چاہییں جو زیادہ دیتا اور لیتا ہے وہ سود کا مرتکب ہوا)

اس پر میں نے ان سے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما تو اس طرح نہیں کرتے۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے متعلق پوچھا کہ آپ نے یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا یا کتاب اللہ میں آپ نے اسے پایا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ان میں سے کسی بات کا میں دعویدار نہیں ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی احادیث) کو آپ لوگ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ البتہ مجھے اسامہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (مذکورہ صورتوں میں) سود صرف ادھار کی صورت میں ہوتا ہے۔

صحیح بخاری حدیث نمبر:2179۔

مرزا صاحب صاحب! کیا آپ اھل بیت کے شہزادے ابن عباس رضی اللہ عنہما پر سود کا وہ فتوی لگا سکتے ہیں؟ جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر آپ نے لگایا ہے؟؟؟

باقی رہا یہ مسئلہ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ جس حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے دلیل لیتے تھے وہ انکا اجتہاد درست نہیں تھا اس حدیث کا مفہوم علماء نے اور بیان کیا ہے یا بعض نے اس روایت کو منسوخ کہا ہے۔ واللہ اعلم۔

مرزائی اعتراض:

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزارا ہے ہم نے تو یہ حدیث کبھی نہیں سنی۔ مرزا صاحب ان جملوں سے غلط مفہوم نکالتے ہوئے کہتا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ پر الزام لگایا ہے۔

ازالہ اشکال:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے استفسار کا مقصد قطعاحضرت عبادہ رضی اللہ عنہ پر الزام عائد کرنا نہیں تھا بلکہ مقصد یہ تھا کہ ہم نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ زندگی گزاری ہے لیکن ہم نے کبھی یہ بات نہیں سنی ان کا مقصد یہی تھا کہ ممکن ہے کہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کو سننے یا سمجھنے میں خطا لگی ہو اس لیے انہوں نے تثبت، اور اور یقینی معلومات کے لیے اپنا خیال رکھا۔ لیکن جب حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ تاکید کے ساتھ اس مسئلہ کو بیان کیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خاموش ہوگئے دوبارہ کوئی اعتراض نہیں کیا جو دلیل ہے کہ انہوں نے اس بات کو تسلیم کر لیا تھا ورنہ آپ رضی اللہ عنہ صاحب اقتدار تھے رد کرنے کے لئے کوئی چیز مانع نہیں تھی۔

اس طرح کا تو تثبت اور تحقیق کرنا دیگر صحابہ سے بھی ثابت ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے جب حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنھا کی

حدیث پیش کی گئی طلاق شدہ عورت کے خرچہ اور رہائش کے بارے میں تو حضرت عمر رضی اللہ علیہ نے تثبت اور تحقیق کے لیے اسکو رد کر دیا تھا کیونکہ عمر رضی اللہ عنہ کے ذہن میں یہ خیال آگیا کیا یہ ممکن ہے ہے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے معاملہ بھول گیا ہو یا غلط فہمی ہو گئی ہو (تفصیل مسلم:3710) اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ذہن میں یہی خیال آگیا۔ ورنہ حضرت معاویہ رضی اللہ رسول صلی علیہ وسلم کی سنت کے ساتھ بے حد محبت کرتے تھے اور پوری زندگی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق بسر فرمائی؛ آپ کی سنت کے ساتھ محبت کی کئی مثالیں موجود ہیں ہم چند کا ذکر کرتے ہیں:

مثال نمبر:1

عَنْ وَرَّادٍ مَوْلَى الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: كَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى الْمُغِيرَةِ: اكْتُبْ إِلَيَّ مَا سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ خَلْفَ الصَّلَاةِ، فَأَمْلَى عَلَيَّ الْمُغِيرَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ خَلْفَ الصَّلَاةِ: ""لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ""، وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي عَبْدَةُ، أَنَّ وَرَّادًا، أَخْبَرَهُ بِهَذَا، ثُمَّ وَفَدْتُ بَعْدُ إِلَى مُعَاوِيَةَ، فَسَمِعْتُهُ يَأْمُرُ النَّاسَ بِذَلِكَ الْقَوْلِ.

معاویہ رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو لکھا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ دعا لکھ کر بھیجو جو تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے بعد کرتے سنی ہے۔ چنانچہ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے مجھ کو لکھوایا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا کیا کرتے تھے « لا إله الا الله، وحده لا شريك له، اللهم لا مانع لما أعطيت، ولا معطي لما منعت، ولا ينفع ذا الجد منك الجد » ”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اے اللہ! جو تو دینا چاہے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو تو روکنا چاہے اسے کوئی دینے والا نہیں اور تیرے سامنے دولت والے کی دولت کچھ کام نہیں دے سکتی۔ اور ابن جریج نے کہا کہ مجھ کو عبدہ نے خبر دی اور انہیں وراد نے خبر دی، پھر اس کے بعد میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے یہاں گیا تو میں نے دیکھا کہ وہ لوگوں کو اس دعا کے پڑھنے کا حکم دے رہے تھے۔

رواه البخاري=6615

مثال نمبر:2

،عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ، قَالَ: خَرَجَ مُعَاوِيَةُ عَلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ وَابْنِ عَامِرٍ، فَقَامَ ابْنُ عَامِرٍ وَجَلَسَ ابْنُ الزُّبَيْرِ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ لِابْنِ عَامِرٍ: اجْلِسْ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَمْثُلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ .

معاویہ رضی اللہ عنہ ابن زبیر اور ابن عامر رضی اللہ عنہما کے پاس آئے، تو ابن عامر کھڑے ہو گئے اور ابن زبیر بیٹھے رہے، معاویہ نے ابن عامر سے کہا: بیٹھ جاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو یہ چاہے کہ لوگ اس کے سامنے (باادب، بطور تعظیم) کھڑے ہوں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم کو بنالے۔

رواہ ابو داؤد وصححہ الالباني:5229.

مثال نمبر:3

حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي الْفَيْضِ، عَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ رَجُلٌ مِنْ حِمْيَرَ، قَالَ: كَانَ بَيْنَ مُعَاوِيَةَ وَبَيْنَ الرُّومِ عَهْدٌ، وَكَانَ يَسِيرُ نَحْوَ بِلَادِهِمْ حَتَّى إِذَا انْقَضَى الْعَهْدُ غَزَاهُمْ فَجَاءَ رَجُلٌ عَلَى فَرَسٍ أَوْ بِرْذَوْنٍ، وَهُوَ يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَفَاءٌ لَا غَدَرَ، فَنَظَرُوا فَإِذَا عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ مُعَاوِيَةُ فَسَأَلَهُ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَا يَشُدُّ عُقْدَةً وَلَا يَحُلُّهَا حَتَّى يَنْقَضِيَ أَمَدُهَا أَوْ يَنْبِذَ إِلَيْهِمْ عَلَي سَوَاءٍ ، فَرَجَعَ مُعَاوِيَةُ.

معاویہ رضی اللہ عنہ اور رومیوں کے درمیان ایک متعین وقت تک کے لیے یہ معاہدہ تھا کہ وہ آپس میں لڑائی نہیں کریں گے، (اس مدت میں) معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے شہروں میں جاتے تھے، یہاں تک کہ جب معاہدہ کی مدت گزر گئی، تو انہوں نے ان سے جنگ کی، (یہاں پر شاید مقصد یہ ہے کہ ابھی معاھدہ پورا ہونے میں کچھ ٹائم تھا معاویہ رضی اللہ عنہ وہاں پہنچ گئے تا کہ جیسے ٹائم پورا ہو حملہ کر دیں ،جب معاملہ ہوا تو) ایک شخص عربی یا ترکی گھوڑے پر سوار ہو کر آیا، وہ کہہ رہا تھا: اللہ اکبر، اللہ اکبر، وعدہ کا پاس ولحاظ ہو بدعہدی نہ ہو لوگوں نے اس کو بغور دیکھا تو وہ عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ تھے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ان کے پاس بھیجا، اس نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص کا کسی قوم سے معاہدہ ہو تو معاہدہ نہ

توڑے اور نہ نیا معاہدہ کرے جب تک کہ اس معاہدہ کی مدت پوری نہ ہو جائے، یا برابری پر عہد ان کی طرف واپس نہ کر دے، تو یہ سن کر معاویہ رضی اللہ عنہ واپس آ گئے۔

روه ابوداؤد=2759 وصححه الالباني رحمه الله ورواه أحمد والترمذي وقال حسن صحيح.

نوٹ:

معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ لمبا سفر کر کے روم پہنچے لیکن حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سن کر واپس آ گئے یہ تھا حدیث کا احترام۔

مثال نمبر:4

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، أَنَّهُ طَافَ مَعَ مُعَاوِيَةَ بِالْبَيْتِ، فَجَعَلَ مُعَاوِيَةُ يَسْتَلِمُ الْأَرْكَانَ كُلَّهَا، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ : لِمَ تَسْتَلِمُ هَذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ، وَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُمَا ؟ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ : لَيْسَ شَيْءٌ مِنَ الْبَيْتِ مَهْجُورًا، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : { لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ }، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ : صَدَقْتَ.

جناب ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے تو حضرت معاویہ بیت اللہ کے چاروں کونوں کا استلام کر رہے تھے (انہیں چھو رہے تھے) حضرت عباس نے انہیں کہا آپ ان دو (یمنی) کونوں کا استلام کیوں کرتے ہیں؟؟ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کونوں کا استلام نہیں کرتے تھے، معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے اس گھر کے کسی بھی ٹکڑے کو چھوڑنے کا دل نہیں کرتا، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت تلاوت کی (لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ) تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہترین نمونہ ہے؛ اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے تم نے بالکل سچ فرمایا ہے۔

رواهذ السياق الامام احمد::1877.

مثال نمبر:5

قَالَ عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ لِمُعَاوِيَةَ، إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: مَا مِنْ إِمَامٍ يُغْلِقُ بَابَهُ دُونَ ذَوِي الْحَاجَةِ، وَالْخَلَّةِ، وَالْمَسْكَنَةِ، إِلَّا أَغْلَقَ اللَّهُ أَبْوَابَ السَّمَاءِ دُونَ خَلَّتِهِ، وَحَاجَتِهِ، وَمَسْكَنَتِهِ، فَجَعَلَ مُعَاوِيَةُ رَجُلًا عَلَى حَوَائِجِ النَّاسِ . قَالَ: وَفِي الْبَاب، عَنْ ابْنِ عُمَرَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ حَدِيثٌ غَرِيبٌ، وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ هَذَا الْوَجْهِ، وَعَمْرُو بْنُ مُرَّةَ الْجُهَنِيُّ يُكْنَى: أَبَا مَرْيَمَ.

عمر بن مرہ رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: ”جو بھی حاکم حاجت مندوں، محتاجوں اور مسکینوں کے لیے اپنے دروازے بند رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ضرورت، حاجت اور مسکنت کے لیے اپنے دروازے بند رکھتا ہے“، جب معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو لوگوں کی ضرورت کے لیے ایک آدمی مقرر کر دیا۔

رواہ الترمذی:1332 وابوداؤد:2948. وصححہ الالبانی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

وضاحت:

معاویہ رضی اللہ عنہ مذکورہ حدیث سن کر اس حدیث پر عمل کرنے کے لئے ایک بندہ مقرر فرماتے ہیں . یہ دلیل ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سنت رسول کے ساتھ بے حد محبت کرتے تھے۔

مثال نمبر:6.

حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّمْلِيُّ، وَابْنُ عَوْفٍ، وَهَذَا لَفْظُهُ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ ثَوْرٍ، عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: إِنَّكَ إِنِ اتَّبَعْتَ عَوْرَاتِ النَّاسِ أَفْسَدْتَهُمْ أَوْ كِدْتَ أَنْ تُفْسِدَهُمْ ، فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ كَلِمَةٌ سَمِعَهَا مُعَاوِيَةُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ نَفَعَهُ اللَّهُ تَعَالَى بِهَا.

معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اگر تم لوگوں کی پوشیدہ باتوں کے پیچھے پڑوگے، تو تم ان میں بگاڑ پیدا کر دوگے، یا قریب ہے کہ ان میں اور بگاڑ پیدا کر دوء ابو الدرداء کہتے ہیں: یہ وہ کلمہ ہے جسے معاویہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور اللہ نے انہیں اس سے فائدہ پہنچایا ہے۔

رواہ ابو داؤد:4888

وضاحت:

اس حدیث میں موجود سید ابو درداء رضی اللہ عنہ کے فرمان کو بار بار پڑھیں پتہ چلتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس حدیث پر بڑے جذبے کے ساتھ عمل کرتے تھے اور لوگوں کے عیبوں کو چھپاتے تھے اس بات کی گواہی حضرت ابو درداء نے بھی دی اور کہا کہ اللہ نے اس حدیث کے ذریعے حضرت معاویہ کو بڑا فائدہ پہنچایا۔

"اللہ؛ معاویہ کا پیٹ نہ بھرے" حدیث سے مرزا اور اسکے حواریوں کا باطل استدلال

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ أَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَارَيْتُ خَلْفَ بَابٍ قَالَ فَجَاءَ فَحَطَأَنِي حَطْأَةً وَقَالَ اذْهَبْ وَادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ قَالَ فَجِئْتُ فَقُلْتُ هُوَ يَأْكُلُ قَالَ ثُمَّ قَالَ لِيَ اذْهَبْ فَادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ قَالَ فَجِئْتُ فَقُلْتُ هُوَ يَأْكُلُ فَقَالَ لَا أَشْبَعَ اللَّهُ بَطْنَهُ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ،: میں لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، میں دروازے کے پیچھے چھپ گیا، کہا: آپ آئے اور میرے دونوں شانوں کے درمیان اپنے کھلے ہاتھ سے ہلکی سی ضرب لگائی (مقصود پیار کا اظہار تھا) اور فرمایا: " جاؤ، میرے لیے معاویہ کو بلالاؤ۔ " میں نے آپ سے آکر کہا: وہ کھانا کھارہے ہیں۔ آپ نے دوبارہ مجھ سے فرمایا: " جاؤ، معاویہ کو بلالاؤ۔ " میں نے پھر آکر کہا: وہ کھانا کھارہے ہیں، تو آپ نے فرمایا: " اللہ اس کا پیٹ نہ بھرے۔ "

رواہ مسلم۔ح:6628.

اس روایت میں جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں (اللہ اس کے پیٹ کو نہ بھرے) اس سے کچھ ھواء پرست لوگ یہ دلیل لینے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ الفاظ معاویہ کی مذمت اور انکے بد دعا ہے۔
حالانکہ حقیقت پر غور کیا جائے تو یہ الفاظ معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو بیان کر رہے ہیں کیونکہ امام مسلم رحمہ اللہ بھی اس حدیث سے فضل معاویہ سمجھے ہیں تبھی تو اس روایت کو ان احادیث کے ساتھ لائے ہیں جن کے الفاظ ہیں۔

اللَّهُمَّ إنَّما أنا بَشَرٌ، فأيُّما رَجُلٍ مِنَ المُسْلِمِينَ سَبَبْتُهُ، أوْ لَعَنْتُهُ، أوْ جَلَدْتُهُ، فاجْعَلْها له زَكاةً ورَحْمَةً. وفي روايةٍ: عَنِ النبيِّ ﷺ، مِثْلَهُ، إلّا أنَّ فيه زَكاةً وأَجْرًا.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ میں انسان ہوں جس بھی مسلمان شخص کو میں نے برا بھلا بولا؛ یا اس پر لعنت کی یا اسے سزا دی تو اس کو اس کے لئے گناہوں سے کفارہ اور رحمت بنادے ایک روایت میں ہے کہ اس کے لیے اجر بنادے۔

صحیح مسلم 2601.

اسی طرح یہ واقعہ بھی مسلم شریف میں اسی ضمن میں موجود ہے

قال حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَتْ عِنْدَ أُمِّ سُلَيْمٍ يَتِيمَةٌ وَهِيَ أُمُّ أَنَسٍ فَرَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَتِيمَةَ فَقَالَ آنْتِ هِيَهْ لَقَدْ كَبِرْتِ لَا كَبِرَ سِنُّكِ فَرَجَعَتْ الْيَتِيمَةُ إِلَى أُمِّ سُلَيْمٍ تَبْكِي فَقَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ مَا لَكِ يَا بُنَيَّةُ قَالَتْ الْجَارِيَةُ دَعَا عَلَيَّ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا يَكْبَرَ سِنِّي فَالْآنَ لَا يَكْبَرُ سِنِّي أَبَدًا أَوْ قَالَتْ قَرْنِي فَخَرَجَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ مُسْتَعْجِلَةً تَلُوثُ خِمَارَهَا حَتَّى لَقِيَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَكِ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ فَقَالَتْ يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَدَعَوْتَ عَلَى يَتِيمَتِي قَالَ وَمَا ذَاكِ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ قَالَتْ زَعَمَتْ أَنَّكَ دَعَوْتَ أَنْ لَا يَكْبَرَ سِنُّهَا وَلَا يَكْبَرَ قَرْنُهَا قَالَ فَضَحِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ أَمَا تَعْلَمِينَ أَنَّ شَرْطِي عَلَى رَبِّي أَنِّي اشْتَرَطْتُ عَلَى رَبِّي فَقُلْتُ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أَرْضَى كَمَا يَرْضَى الْبَشَرُ وَأَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ فَأَيُّمَا أَحَدٍ دَعَوْتُ عَلَيْهِ مِنْ أُمَّتِي بِدَعْوَةٍ لَيْسَ لَهَا بِأَهْلٍ أَنْ يَجْعَلَهَا لَهُ طَهُورًا وَزَكَاةً وَقُرْبَةً يُقَرِّبُهُ بِهَا مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس ایک یتیم لڑکی تھی اور یہی (ام سلیم رضی اللہ عنہا) ام انس بھی کہلاتی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو فرمایا: ""تو وہی لڑکی ہے، تو بڑی ہو گئی ہے! تیری عمر بڑی نہ ہو"" وہ لڑکی روتی ہوئی واپس حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس گئی، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے پوچھا: بیٹی! تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے خلاف دعا فرمادی ہے کہ میری عمر زیادہ نہ ہو، اب میری عمر کسی صورت زیادہ نہ ہو گی، یا کہا: اب میرا زمانہ ہرگز زیادہ نہیں ہو گا، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا جلدی سے دوپٹہ لپیٹتے ہوئے نکلیں، حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: ""ام سلیم! کیا بات ہے؟"" حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے

کہا: اللہ کے نبی! کیا آپ نے میری (پالی ہوئی) یتیم لڑکی کے خلاف دعا کی ہے؟ آپ نے پوچھا: """یہ کیا بات ہے؟""" حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: وہ کہتی ہے: آپ نے دعا فرمائی ہے کہ اس کی عمر زیادہ نہ ہو، اور اس کا زمانہ لمبا نہ ہو، (حضرت انس رضی اللہ عنہ نے) کہا: تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے، پھر فرمایا: """ام سلیم! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے اپنے رب سے پختہ عہد لیا ہے، میں نے کہا: میں ایک بشر ہی ہوں، جس طرح ایک بشر خوش ہوتا ہے، میں بھی خوش ہوتا ہوں اور جس طرح بشر ناراض ہوتے ہیں میں بھی ناراض ہوتا ہوں۔ تو میری امت میں سے کوئی بھی آدمی جس کے خلاف میں نے دعا کی اور وہ اس کا مستحق نہ تھا تو اس دعا کو قیامت کے دن اس کے لیے پاکیزگی، گناہوں سے صفائی اور ایسی قربت بنا دے جس کے ذریعے سے تو اسے اپنے قریب فرمالے۔"""

رواہ مسلم 6627.

اس حدیث کے حوالے سے امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا: **قد فهم مسلم رحمه الله من هذا الحديث أن معاوية لم يكن مستحقا للدعاء عليه ، فلهذا أدخله في هذا الباب.**

امام مسلم رحمہ اللہ اس حدیث سے یہی سمجھیں ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس بد دعا کے کبھی بھی مستحق نہیں تھے تبھی اس روایت کو اس باب کے اندر ذکر فرمایا ہے۔

اِمام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہیں **(وكان من خصائصه أنه إذا سب رجلا ليس بذلك حقيقًا، يُجعلُ سَبُّ رسول الله صلى الله عليه وسلم كفارة عنه)**

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ آپ اگر کسی کو (سب) یعنی برا بھلا بولتے ہیں یہ اس کے لئے حقیقی معنی میں مراد نہیں ہوتا بلکہ یہ سب اس کے لیے (گناہوں کا) کفار ہو جائے گا.

(الفصول في سيرة الرسول صلی اللہ علیہ وسلم 385)

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ اس طرح کی ایک عبارت کے بارے میں فرماتے ہیں: هِيَ كَلِمَةٌ لَّا يُرَادُ بِهَا الدُّعَاءُ، وَإِنَّمَا تُسْتَعْمَلُ فِي الْمَدْحِ، كَمَا قَالُوا لِلشَّاعِرِ، إِذَا أَجَادَ: قَاتَلَهُ اللهُ، لَقَدْ أَجَادَ۔

''یہ ایسا کلمہ ہے کہ اس سے بد دعا مراد نہیں ہوتی اسے صرف تعریف کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، جیسا کہ جب کوئی شاعر عمدہ شعر کہے تو عرب لوگ کہتے ہیں: قَاتَلَہُ اللّٰہُ (اللہ تعالیٰ اسے مارے)، اس نے عمدہ شعر کہا ہے۔''

(شرح صحيح البخاري:9/329)

اسی طرح ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ "البداية والنهاية" میں حضرت معاوية بن أبي سفيان رضي الله عنهما کے ترجمے میں بہت ہی خوبصورت ترین بات فرماتے ہیں:

وقد انتفع معاوية بهذه الدعوة في دنياه وأخراه ؛ أما في دنياه : فإنه لما صار إلى الشام أميراً، كان يأكل في اليوم سبع مرات يجاء بقصعة فيها لحم كثير وبصل فيأكل منها ، ويأكل في اليوم سبع أكلات بلحم ، ومن الحلوى والفاكهة شيئاً كثيراً ، ويقول : والله ما أشبع وإنما أعيا، وهذه نعمة ومعدة يرغب فيها كل الملوك .

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا: یقیناً معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس دعا سے دنیا اور آخرت میں فائدہ لیا ہے؛

دنیا میں فائدہ یوں لیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ جب شام کے امیر بنے تھے تو آپ ایک دن میں سات مرتبہ کھاتے تھے؛ انکے سامنے ایک بہت بڑا تھال لایا جاتا تھا جس میں بہت زیادہ گوشت اور پیاز ہوتا تھا پھر آپ اس سے کھاتے تھے اور آپ دن میں سات مرتبہ گوشت کھاتے تھے اور بہت زیادہ مٹھائی اور پھل کھاتے تھے اور کہتے تھے: اللہ کی قسم میرا پیٹ نہیں بھرتا میں کھا کھا کے تھک جاتا ہوں اور یہ

ایک بہت بڑی نعمت ہے کہ اس طرح کا معدہ انسان کے پاس ہو جس کے لیے بادشاہ شوق رکھتے اور ترستے ہیں۔

اسی طرح معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس دعا سے اخروی فائدہ بھی حاصل کیا۔۔۔۔ چنانچہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا:

وأما في الآخرة : فقد أتبع مسلم هذا الحديث بالحديث الذي رواه البخاري وغيرهما من غير وجه عن جماعة من الصحابة .أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : " اللهم إنما أنا بشر فأيما عبد سببته أو جلدته أو دعوته عليه وليس لذلك أهلاً فاجعل ذلك كفارةً وقربة تقربه بها عندك يوم القيامة " .

یعنی آخرت میں فائدہ اس طرح لیا کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اس حدیث کے بعد ذکر کیا ہے جس کو بخاری وغیرہ نے بھی کئی اسناد سے کئی صحابہ کرام سے روایت کیا ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ میں ایک انسان ہوں جس کو بھی میں نے دنیا میں برا بھلا کہا ہے یا سزا دی ہے یا بد دعا دی ہے اور وہ اس کا اھل نہیں ہے تو اس
بد دعا کو اس کے لیے گناہوں کا کفارہ بنا دے اور اس کو قیامت کے دن تیرے پاس قریب ہونے کا سبب بنا دینا۔

اسی طرح یہ بات یاد رکھیں عرب ان الفاظ کو غیر ارادی طور پر استعمال کرتے ہیں۔

جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

إِنَّ مَا وَقَعَ مِنْ سَبِّهِ وَدُعَائِهِ وَنَحْوِهِ لَيْسَ بِمَقْصُودٍ، بَلْ هُوَ مِمَّا جَرَتْ بِهِ عَادَةُ الْعَرَبِ فِي وَصْلِ كَلَامِهَا بِلَا نِيَّةٍ، كَقَوْلِهِ : ‹تَرِبَتْ يَمِينُكَ›، ‹وعَقْرَى حَلْقَى›، وَفِي هَذَا الْحَدِيثِ : ‹لَا كَبِرَتْ سِنُّكِ›، وَفِي حَدِيثِ مُعَاوِيَةَ : ‹لَا أَشْبَعَ اللهُ بَطْنَهُ›، وَنَحْوِ ذَلِكَ، لَا يَقْصُدُونَ بِشَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ حَقِيقَةَ الدُّعَاءِ

"بعض احادیث میں (صحابہ کرام کے لیے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو بد دعا وغیرہ منقول ہے، وہ حقیقت میں بد دعا نہیں، بلکہ یہ ان باتوں میں سے ہے جو عرب لوگ بغیر نیت کے بطورِ تکیہ کلام کے طور پر بول دیتے ہیں۔ (بعض احادیث میں کسی صحابی کو تعلیم دیتے ہوئے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ 'تَرِبَتْ یَمِینُکَ' (تیرا داہنا ہاتھ خاک آلود ہو)، (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ) 'عَقْرٰی حَلْقٰی' (تُو بانجھ ہو اور تیرے حلق میں بیماری ہو)، ایک حدیث میں یہ فرمان کہ 'لَا کَبِرَتْ سِنُّکِ' (تیری عمر زیادہ نہ ہو) اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ 'لَا اَشْبَعَ اللّٰہُ بَطْنَہٗ' (اللہ تعالیٰ ان کا پیٹ نہ بھرے)، یہ ساری باتیں اسی قبیل سے ہیں۔ ایسی باتوں سے اہل عرب بد دعا مراد نہیں لیتے۔

یعنی یہاں اصل معنی مراد نہیں ہوتا جس کے لیے کئی مثالیں احادیث میں موجود ہیں۔ ہم دو مثا ذکر کرتے ہیں۔

مثال نمبر: ایک

عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: اجْتَمَعَتْ غُنَيْمَةٌ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا أَبَا ذَرٍّ، ابْدُ فِيهَا، فَبَدَوْتُ إِلَى الرَّبَذَةِ فَكَانَتْ تُصِيبُنِي الْجَنَابَةُ فَأَمْكُثُ الْخَمْسَ وَالسِّتَّ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَبُو ذَرٍّ، فَسَكَتُّ، فَقَالَ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ أَبَا ذَرٍّ لِأُمِّكَ الْوَيْلُ، فَدَعَا لِي بِجَارِيَةٍ سَوْدَاءَ فَجَاءَتْ بِعُسٍّ فِيهِ مَاءٌ فَسَتَرَتْنِي بِثَوْبٍ وَاسْتَتَرْتُ بِالرَّاحِلَةِ وَاغْتَسَلْتُ فَكَأَنِّي أَلْقَيْتُ عَنِّي جَبَلًا، فَقَالَ: الصَّعِيدُ الطَّيِّبُ وَضُوءُ الْمُسْلِمِ وَلَوْ إِلَى عَشْرِ سِنِينَ، فَإِذَا وَجَدْتَ الْمَاءَ فَأَمِسَّهُ جِلْدَكَ فَإِنَّ ذَلِكَ خَيْرٌ ،

ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ بکریاں جمع ہو گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوذر! تم ان بکریوں کو جنگل میں لے جاؤ، چنانچہ میں انہیں ہانک کر مقام ربذہ کی طرف لے گیا، وہاں مجھے جنابت لاحق ہو جایا کرتی تھی اور میں پانچ پانچ چھ چھ روزیوں ہی رہا کرتا، پھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، آپ نے فرمایا: ابوذر!، میں خاموش رہا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری ماں تم پر روئے، ابوذر! تمہاری ماں کے لیے بربادی ہو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے ایک کالی لونڈی بلائی، وہ ایک بڑے پیالے میں پانی لے کر آئی، اس نے میرے لیے ایک کپڑے کی آڑ کی اور (دوسری طرف سے) میں نے اونٹ کی آڑ کی اور غسل کیا، (غسل کر کے مجھے ایسا لگا) گویا کہ میں نے اپنے اوپر سے کوئی پہاڑ ہٹا دیا ہو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پاک مٹی مسلمان کے لیے وضو (کے پانی کے حکم میں) ہے، اگرچہ دس برس تک پانی نہ پائے، جب تم پانی پا جاؤ تو اس کو اپنے بدن پر بہا لو، اس لیے کہ یہ بہتر ہے۔

رواہ ابو داؤد:332

اس روایت میں جو بد دعا ہے وہ غیر ارادی طور پر ہے۔ اس طرح کئ ایک مثال کتب احادیث میں موجود ہیں۔

دوسری مثال:

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نُرَى إِلَّا أَنَّهُ الْحَجُّ فَلَمَّا قَدِمْنَا تَطَوَّفْنَا بِالْبَيْتِ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ أَنْ يَحِلَّ فَحَلَّ مَنْ لَمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ وَنِسَاؤُهُ لَمْ يَسُقْنَ فَأَحْلَلْنَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَحِضْتُ فَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَرْجِعُ النَّاسُ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ وَأَرْجِعُ أَنَا بِحَجَّةٍ

قَالَ وَمَا طُفْتِ لَيَالِيَ قَدِمْنَا مَكَّةَ قُلْتُ لَا قَالَ فَاذْهَبِي مَعَ أَخِيكِ إِلَى التَّنْعِيمِ فَأَهِلِّي بِعُمْرَةٍ ثُمَّ مَوْعِدُكِ كَذَا وَكَذَا قَالَتْ صَفِيَّةُ مَا أُرَانِي إِلَّا حَابِسَتَهُمْ قَالَ عَقْرَى حَلْقَى أَوَ مَا طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَتْ قُلْتُ بَلَى قَالَ لَا بَأْسَ انْفِرِي قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَلَقِيَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُصْعِدٌ مِنْ مَكَّةَ وَأَنَا مُنْهَبِطَةٌ عَلَيْهَا أَوْ أَنَا مُصْعِدَةٌ وَهُوَ مُنْهَبِطٌ مِنْهَا

ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے ابراہیم نخعی نے، ان سے اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ ہم حج کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ ہماری نیت حج کے سوا اور کچھ نہ تھی۔ جب ہم مکہ پہنچے تو (اور لوگوں نے) بیت اللہ کا طواف کیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا کہ جو قربانی اپنے ساتھ نہ لایا ہو وہ حلال ہو جائے۔ چنانچہ جن کے پاس ہدی نہ تھی وہ حلال ہو گئے۔ (افعال عمرہ کے بعد) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات ہدی نہیں لے گئی تھیں، اس لئے انہوں نے بھی احرام کھول ڈالے۔ عائشہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں حائضہ ہو گئی تھیں س لیے بیت اللہ کا طواف نہ کر سکی (یعنی عمرہ چھوٹ گیا اور حج کرتی چلی گئی) جب محصب کی رات آئی، میں نے کہا یارسول اللہ! اور لوگ تو حج اور عمرہ دونوں کر کے واپس ہو رہے ہیں لیکن میں صرف حج کر سکی ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ جب ہم مکہ آئے تھے تو تم طواف نہ کر سکی تھی؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کے ساتھ تنعیم تک چلی جا اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ (پھر عمرہ ادا کر) ہم لوگ تمہارا فلاں جگہ انتظار کریں گے اور صفیہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے میں بھی آپ (لوگوں) کو روکنے کا سبب بن جاوں گی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عقری حلقی (تو بانجھ ہو اور تیرے حلق میں بیماری ہو)

کیا تو نے یوم نحر کا طواف نہیں کیا تھا؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں میں تو طواف کر چکی ہوں۔ آپ نے فرمایا پھر کوئی حرج نہیں چل کوچ کر۔ عائشہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر میری ملاقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی تو آپ مکہ سے جاتے ہوئے اوپر کے حصہ پر چڑھ رہے تھے اور میں نشیب میں اتر رہی تھی یا یہ کہا کہ میں اوپر چڑھ رہی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس چڑھاو کے بعد اتر رہے تھے۔

صحیح بخاری حدیث نمبر:1561

مرزائی دوسرا اعتراض یہ کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے بلایا پھر بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نہیں آئے!!!

جواب:

اولا: اس روایت میں یہ نہیں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کہا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو بلا رہے ہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جانے سے جواب دے دیا ہو بلکہ روایت کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ آئے تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کھاتے دیکھا اور چلے گئے اور آ کر رسول اللہ سلم کو بتایا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کھانا کھا رہے ہیں۔

ثانیاً:

اگر بالفرض مان لیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہو گا پھر بھی فورا نہیں آئے کیونکہ آپ کھانا کھا رہے تھے اور اسلام نے تو یہاں تک اصول بیان کیا ہے کہ انسان اگر بھوکا ہو تو پہلے کھانا کھائے اور فرض نماز بعد میں پڑھے، ہمیں کیا حق بنتا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کا حکم لگائیں۔

مرزائی صاحبان!

اگر آپ لوگ اتنے معتدل مزاج انسان ہیں اور اپنے آپ کو بڑے حق پرست تصور کرتے ہیں تو مندرجہ ذیل میں ایک حدیث پڑھیں اور نتائج پر غور کریں پھر وہ حکم لگائیں جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر آپ نے لگایا ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ , قَالَ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ , قَالَ : أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ ، أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَقَهُ وَفَاطِمَةَ بِنْتَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَام لَيْلَةً فَقَالَ : أَلَا تُصَلِّيَانِ ؟ , فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْفُسُنَا بِيَدِ اللَّهِ فَإِذَا شَاءَ أَنْ يَبْعَثَنَا بَعَثَنَا ، فَانْصَرَفَ حِينَ قُلْنَا ذَلِكَ وَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا ، ثُمَّ سَمِعْتُهُ وَهُوَ مُوَلٍّ يَضْرِبُ فَخِذَهُ , وَهُوَ يَقُولُ : وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا .

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات ان کے اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کے پاس آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم لوگ (تہجد کی) نماز نہیں پڑھو گے ؟ میں عرض کی کہ یا رسول اللہ! ہماری روحیں اللہ کے قبضہ میں ہیں، جب وہ چاہے گا ہمیں اٹھادے گا۔ ہماری اس عرض پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن واپس جاتے ہوئے میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ران پر ہاتھ مار کر (سورۃ الکہف کی یہ آیت پڑھ رہے تھے) آدمی سب سے زیادہ جھگڑالو ہے «وكان الإنسان أكثر شيء جدلا» ۔

بخاری:1124

مذکورہ حدیث پر غور کریں معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رات کے ٹائم تہجد کے لیے اٹھنے کا حکم دیا لیکن سامنے سے انہوں نے بشری تقاضہ کے مطابق اس بات کو اس وقت قبول کرنے سے کوتاہی کرلی کیونکہ ان کا خیال یہی ہوگا کہ تہجد فرض نہیں لہذا اللہ نے جب توفیق دی تو اٹھ کر پڑھیں گے۔

مرزا صاحب! اگر کوئی ناصبی کھڑا ہو جائے اور کہنے لگ جائے کہ معاذاللہ علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کر دی؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے افسوس میں آیت پڑھ دی، تو آپ کیا جواب دینگے؟؟

ہم تو اس شخص کو منہ توڑ جواب دیں گے حضرت علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کی گستاخی مت کر ان جنتی انسانوں کا ارادہ یہی تھا کہ تہجد فرض نہیں ہم بعد میں اٹھ کر لیں گے۔

مرزا صاحب! معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف تو آپ چیخ چیخ کر زبان درازی کرتے ہیں اور باطل کو حق بنانے کی ناکام کاوش کرتے ہیں لیکن اس مذکور حدیث پر آپ خاموش کیوں؟؟

آپ کی عدل پرستی کہاں گئی؟؟

مجھے پتہ ہے اگر تو نے یہ حدیث اور اسکا وہ باطل مفہوم عوام کے سامنے بیان کر دیا جس طرح کا مفہوم آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف نکالتے ہیں تو تجھے تیرے حواری گریباں سے پکڑ کر گھسیٹیں گے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ پر قتل کرنے اور باطل طریقے سے مال کھانے کا الزام

حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحَقُ أَخْبَرَنَا و قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ رَبِّ الْكَعْبَةِ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَإِذَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ جَالِسٌ فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ وَالنَّاسُ مُجْتَمِعُونَ عَلَيْهِ فَأَتَيْتُهُمْ فَجَلَسْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا فَمِنَّا مَنْ يُصْلِحُ خِبَائَهُ وَمِنَّا مَنْ يَنْتَضِلُ وَمِنَّا مَنْ هُوَ فِي جَشَرِهِ إِذْ نَادَى مُنَادِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ جَامِعَةً فَاجْتَمَعْنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ قَبْلِي إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ يَدُلَّ أُمَّتَهُ عَلَى خَيْرِ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ وَيُنْذِرَهُمْ شَرَّ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ وَإِنَّ أُمَّتَكُمْ هَذِهِ جُعِلَ عَافِيَتُهَا فِي أَوَّلِهَا وَسَيُصِيبُ آخِرَهَا بَلَاءٌ وَأُمُورٌ تُنْكِرُونَهَا وَتَجِيءُ فِتْنَةٌ فَيُرَقِّقُ بَعْضُهَا بَعْضًا وَتَجِيءُ الْفِتْنَةُ فَيَقُولُ الْمُؤْمِنُ هَذِهِ مُهْلِكَتِي ثُمَّ تَنْكَشِفُ وَتَجِيءُ الْفِتْنَةُ فَيَقُولُ الْمُؤْمِنُ هَذِهِ هَذِهِ فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُزَحْزَحَ عَنْ النَّارِ وَيُدْخَلَ الْجَنَّةَ فَلْتَأْتِهِ مَنِيَّتُهُ وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَأْتِ إِلَى النَّاسِ الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يُؤْتَى إِلَيْهِ وَمَنْ بَايَعَ إِمَامًا فَأَعْطَاهُ صَفْقَةَ يَدِهِ وَثَمَرَةَ قَلْبِهِ فَلْيُطِعْهُ إِنْ اسْتَطَاعَ فَإِنْ جَاءَ آخَرُ يُنَازِعُهُ فَاضْرِبُوا عُنُقَ الْآخَرِ فَدَنَوْتُ مِنْهُ فَقُلْتُ لَهُ أَنْشُدُكَ اللَّهَ آنْتَ سَمِعْتَ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَهْوَى إِلَى أُذُنَيْهِ وَقَلْبِهِ بِيَدَيْهِ وَقَالَ سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي فَقُلْتُ لَهُ هَذَا ابْنُ عَمِّكَ مُعَاوِيَةُ يَأْمُرُنَا أَنْ نَأْكُلَ أَمْوَالَنَا بَيْنَنَا بِالْبَاطِلِ وَنَقْتُلَ أَنْفُسَنَا وَاللَّهُ يَقُولُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا قَالَ فَسَكَتَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ أَطِعْهُ فِي طَاعَةِ اللَّهِ وَاعْصِهِ فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ

زہیر بن حرب، اسحاق بن ابراہیم، اسحاق، زہیر، جریر، اعمش، زید بن وہب، حضرت عبدالرحمن بن عبد رب کعبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں مسجد میں داخل ہوا تو عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کعبہ کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ ان کے ارد گرد جمع تھے میں ان کے پاس آیا اور ان کے پاس بیٹھ گیا تو عبداللہ نے کہا ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ہم ایک جگہ رکے ہم میں سے بعض نے اپنا خیمہ لگانا شروع کر دیا اور بعض تیر اندازی کرنے لگے اور بعض وہ تھے جو جانوروں میں ٹھہرے رہے اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے آواز دی الصلوۃ جامعۃ (یعنی نماز کا وقت ہو گیا ہے) تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو گئے تو آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے سے قبل کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کے ذمے اپنے علم کے مطابق اپنی امت کی بھلائی کی طرف راہنمائی لازم نہ ہو اور برائی سے اپنے علم کے مطابق انہیں ڈرانا لازم نہ ہو اور بے شک تمہاری اس امت کی عافیت ابتدائی حصہ میں ہے اور اس کا آخر ایسی مصیبتوں اور امور میں مبتلا ہو گا جسے تم ناپسند کرتے ہو اور ایسا فتنہ آئے گا کہ مومن کہے گا یہ میری ہلاکت ہے پھر وہ ختم ہو جائے گا اور دوسرا ظاہر ہو گا تو مومن کہے گا یہی میری ہلاکت کا ذریعہ ہو گا جس کو یہ بات پسند ہو کہ اسے جہنم سے دور رکھا جائے اور جنت میں داخل کیا جائے تو چاہیے کہ اس کی موت اس حال میں آئے کہ وہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اور لوگوں کے ساتھ اس معاملہ سے پیش آئے جس کے دیئے جانے کو اپنے لئے پسند کرے اور جس نے امام کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر دل کے اخلاص سے بیعت کی تو چاہیے کہ اپنی طاقت کے مطابق اس کی اطاعت کرے اور اگر دوسرا شخص اس سے جھگڑا کرے تو دوسرے کی گردن مار دو راوی کہتا ہے پھر میں عبداللہ کے قریب ہو گیا اور ان سے کہا میں تجھے اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کیا آپ نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے تو عبداللہ نے اپنے کانوں اور دل کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا میرے کانوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور میرے دل نے اسے محفوظ رکھا تو میں نے ان سے کہا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی معاویہ ہمیں اپنے اموال کو ناجائز طریقے پر کھانے اور اپنی جانوں کو قتل کرنے کا حکم دیتے ہیں اور اللہ کا ارشاد ہے اے ایمان والو اپنے اموال کو ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ سوائے اس کے کہ ایسی تجارت ہو جو باہمی رضامندی سے کی جائے اور نہ اپنی جانوں کو قتل کرو بے شک اللہ تم پر رحم فرمانے والا ہے راوی نے کہا عبداللہ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر کہا اللہ کی اطاعت میں ان کی اطاعت کرو اور اللہ کی نافرمانی میں ان کی نافرمانی کرو۔

(مسلم: باب وجوب الوفاء ببیعۃ الخلفاء)

مرزا جہلمی اور اس کے حواری اس روایت کی وجہ سے سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر الزام لگاتے ہیں آیئے حقیقت دیکھیں کیا ہے؟

اس حدیث میں جو شخص سوال کر رہا ہے حضرت حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے یعنی عبد الرحمان بن عبد ربہ وہ سیدنا معاویہ رضي الله عنه کا سیاسی حریف تھا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا حامی تھا اور کوفی کا رہنے والا تھا، ظاہر ہے اس دور میں امت مسلمہ سیاسی طور پر تقسیم ہو چکی تھی اور مسلمانوں کے دو بڑے گروہ بن چکے تھے، جو قصاص عثمان کے مسئلہ پر ایک دوسرے سے سخت اختلاف رکھتے تھے اور مسلمان، دشمنان اسلام یعنی سبائی گروہ، قاتلین عثمان کی سازشوں اور کاوشوں کا شکار ہو کر آپس میں جنگیں بھی لڑ چکے تھے، ایسے حالات میں عبد الرحمان بن عبد ربہ جو کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا مخالف تھا اور وہ اس موقعہ پر جیسا کہ حدیث میں بیان ہوا ہے، کھل کر تنقید بھی کر رہا ہے، تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مخالف آدمی تھا، پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی سللہ عنہ اسے حکم دیں کہ لوگوں کا مال ناحق کھاؤ، یا انہیں کہیں کہ ناحق قتل بھی کرو۔؟؟ ظاہر ہے کہ معاویہ رضی اللہ نے کسی کو قتل کروانا تھا تو اپنے حامیوں کو حکم دیں گے یا پھر اپنے مخالف کو؟

اس لئے عبد الرحمان بن عبد ربہ کے یہ الفاظ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر بے جا تنقید ہیں اور ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

معزز قارئین!

جب یہ شخص سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے سیاسی نظریے کو نہیں مانتا تھا اس لیے اس روایت کے بارے میں علماء اہل سنت یہی مؤقف رکھتے ہیںکہ عبد الرحمان بن عبد ربہ کے الفاظ اصل میں ظاہری معنی کے ساتھ عمومی حالت میں تسلیم کرنا درست نہیں بلکہ مقصد تھا جو لوگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گروہ سے تھے وہ سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کی آپس کی لڑائی میں جو قتل ہو رہے ہیں وہ ناحق قتل ہو رہے

ہیں اور جو مال خرچ ہو رہا ہے وہ ناحق خرچ ہو رہا ہے، اور اس نقصان کی ذمہ داری حضرت امیر معاویہ رضی اللہ پر ہے بلکہ آج بھی رافضیوں اور نیم رافضیوں کا یہی نظریہ ہے۔

جیسا کہ امام نووی اس کی شرح میں رقمطراز ہیں:

فاعتقد هذا القائل هذا الوصف في معاوية لمنازعته عليا رضي الله عنه ، وكانت قد سبقت بيعة علي فرأى هذا أن نفقة معاوية على أجناده وأتباعه في حرب علي ومنازعته ومقاتلته إياه ، من أكل المال بالباطل ، ومن قتل النفس ، لأنه قتال بغير حق ، فلا يستحق أحد مالا في مقاتلته.

نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (عبد الرحمن بن عبد رب کعبہ نے جو اعتراض کیا اس کا پس منظر یہ تھا کہ) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پہ مسلمانوں نے بیعت کر لی تھی (بیعت کے بعد خلیفہ کی اطاعت کرنے کا حکم ہے اور اس کی نافرمانی سے رکنے کا حکم ہے) تو معاویہ رضی اللہ عنہ جو اپنے لشکروں پر جو مال خرچ کر رہے ہیں اور جو لوگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے لڑائی میں مارے جا رہے ہیں یہ تو گویا کہ یہ ناحق ہے تو اس تناظر میں عبد الرحمن بن عبد رب کعبہ نے یہ بات کی تھی کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت ہے درست نہیں ہے بلکہ ناحق ہے، یہ ان کا موقف تھا۔

اسی طرح سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بھی ان لوگوں میں شامل تھے جو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس جنگ کے معاملے میں مخالفت کرتے تھے۔ مسند احمد کی کچھ احادیث کے مطابق سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے تو دورانِ جنگ ہی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہہ دیا تھا کہ میں آپ کے ساتھ تو ہوں لیکن آپ کے ساتھ مل کر لڑائی نہیں کر رہا، آپ لوگ غلطی پر ہو۔ اس لیے انہوں نے رد نہیں کیا۔

اھم ترین نوٹ:

اس جنگ کے حوالے سے ہم اپنا موقف بار بار بیان کر چکے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور انکے ساتھی اجتھادی خطاء پر تھی اسی وجہ سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی اس مسئلہ میں حق پر قرار دیا تھا، تولھذا اس جنگ کے تناظر میں راوی کا یہ تبصرہ مردود سمجھا جائے گا۔

اھم ترین وضاحت:

یادرکھیں راوی کا یہ تبصرہ صرف جنگی معاملات کے ساتھ تعلق رکھتا ہے معاویہ رضی اللہ عنہ کے عمومی حالات پر نہیں، کیونکہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی عدالت، حق پرستی، فقاہت، حلم، اخلاق حسنہ، رعیت کے ساتھ حسن سلوک کے کئی صحابہ مقر تھے اس حوالے تفصیلی بحث اس مضمون (معاویہ رضی اللہ عنہ صحابہ کی نظر میں) گذر چکا ہماری فیس بک کے پیج جو کہ (عبدالرزاق دل رحمانی) کے نام سے ہے اس پر وہ سارے مضامین موجود ہیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی بادشاہت کو رحمت کہا اور تعریف کی تو مرزا جھلمی یا انکے حواری اس پر تنقید کرنے والے کون ہوسکتے ہیں؟؟؟

اس حوالے سے ہمارا تفصیلی مضمون ہمارے پیج پر موجود ہے کہ معاویہ کی حکومت رحمت اور ممدوح ہے۔

ہم یہاں اس حوالے سے ایک حدیث پیش کرتے ہیں۔

قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم:

أول هذا الأمر نبوة ورحمة ثم يكون خلافة ورحمة ثم يكون ملكا ورحمة

رواه الطبرانی رحمہ اللہ فی المعجم الکبیر (ج11ص88) وذکرہ الالباني رحمۃ اللہ علیہ في السلسلۃ الصحیحۃ ح:3279.

یعنی: (اس امت میں اقتدار سنبھالنے کا آغاز) نبوت اور رحمت کے ساتھ ہو گا اس کے بعد خلافت اور رحمت کا دور شروع ہو گا؛ اس کے بعد بادشاہت اور رحمت کا دور آئے گا.

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس امت میں اقتدار سنبھالنے کا جو معاملہ ہے اس کا پہلا دور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دور ہے جسے نبوت اور رحمت والا دور کہا گیا اس کے بعد جو دور شروع ہو گا وہ خلافت اور رحمت والا دور ہو گا؛ یہ خلفاء راشدین کا تیس سالہ دور ہے نیز حدیث کے اس جملہ سے چاروں خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خلافت برحق ثابت ہوئی۔

اس حدیث میں خلافت والے دور کے بعد جس دور کا تذکرہ ہے اس کو بادشاہت اور رحمت والا دور کہا گیا اور اس سے مراد معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور ہے اس حدیث کے ٹکڑے نے ثابت کر دیا کہ معاویہ کی بادشاہت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں رحمت والی بادشاہت ہے اور محمود و تعریف شدہ ہے۔ الحمدللہ

یہ حدیث لمحہ فکریہ ہے ان افراد کے لیے جو معاویہ رضی اللہ عنہ کی بادشاہت پر اعتراضات کرتے ہیں۔

ایک اور اھم بات یہ ہے کہ اگر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اندر راوی کی طرف الزام کردہ چیزیں ہوتی تو جنتی شہزادے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اور دیگر کبار صحابہ اسکی بیعت کبھی نہ کرتے اور کبھی انکے سامنے اس حق کہنے سے نہ رکتے۔

واللہ اعلم بالصواب